

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو

لاہور

# القول السدید

ماہنامہ

مرکز کونسل آف جرائد اہلسنت

قربانی کا بارے

مدینہ کی قربانی

شیخ تعلیم محمدی

جنوری ۲۰۰۲ء

بیاد امام السنابلین رحمہ اللہ

صوفی محمد اللہ و صاحب





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُكَ يَا نَبِيَّ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

# ماہنامہ القول السدید

جلد ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء ذیقعدہ و ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ شمارہ ۱

## فہرست

- ۲ حمد باری تعالیٰ
- ۳ نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۴ اداریہ
- ۷ درس قرآن
- ۱۲ درس حدیث
- ۱۴ اتحاد و افتراق کے ضمن میں چند سوالات
- زبدۃ الاقاویل فی تزیین القرآن
- ۷۳ علی الاناجیل

## مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: محمد طفیل

ناظم نشر و اشاعت: مولانا محمد حسین نقشبندی

## تریل زر کا پتہ

ادارہ غزنیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور

## مجلس مشاورت

محمد جاوید اکبر قادری صاحب

محمد عمر فاروق: فیض الیوم سے

محمد شہزاد فیض الیوم سے (بمبئی)

محمد شہزاد سے اے

## بدل اشتراک

فی شمارہ: ۱۰ روپے | سعودی عرب: ۲۰ ریال | انڈیا: ۱۲۰ روپے  
سلاوا: ۱۰۰ روپے | برطانیہ: ۱۵ پونڈ | امریکہ: ۲۵ ڈالر

ناشر محمد طفیل کرم پارک مصری شاہ لاہور

مطبوعہ: مدوے پرنٹنگ پریس ۹ ریحی گنج روڈ لاہور



# حمد باری تعالیٰ

از پروفیسر سید عابد میر قادری سلطان فی برہانپوری

چاند تاروں میں ہے تو پھول میں تو خار میں تو  
تو پسے ظلمت شب، صبح کے انوار میں تو  
از سمک تابہ فلک تیرے ہی جلوے ہر سو  
ریگ صحرا میں بھی تو شمسے طرہار میں تو  
تو خداوند ہے خالق ہے ہر اک شے کا تو ہی  
جلوہ گر آب ہے خود اپنے ہی شاہکار میں تو  
تو دعاؤں میں فغاں میں تو مناجات میں تو  
گریہ شب میں ہے آہ دلے بیمار میں تو  
تو نے مسجود ملائک کیا انسان کو مگر  
آج گنہگار ہے خود کو چہ و بازار میں تو  
تو ہے پردے میں تو اصنام خدا بنے بیٹھے  
اور محصور ہوا سچ و زنا میں تو  
اپنا عباد کیا مجھ پر یہ کرم ہے تیرا  
میرے افکار میں الفاظ میں اشعار میں تو

# نعت رسول مقبول ﷺ

از جناب طارق سلطانپوری صاحب حسن ابدال

وہ نور میں کو چے وہ بازار یاد آتے ہیں  
مدینے کے درو دیوار یاد آتے ہیں  
زمانہ بھرتا ہے دم اہل جاہ و ثروت کا  
انہیں عزیز گنہگار یاد آتے ہیں  
پڑے تڑپتے ہیں حسرت میں چارہ گر کے مریض  
مرے میسما کو بیمار یاد آتے ہیں  
تجلیاتِ مہر و جہر سے نہیں دلے شاد  
رخ حبیب کے انوار یاد آتے ہیں  
طوافِ کوچہ جانا یہ اوجِ بخت خوشا  
حرمِ ناز کے زقار یاد آتے ہیں  
ہوئے جو لطفِ خرام حبیب سے محفوظ  
وہ گلے کدے وہ چمے زار یاد آتے ہیں  
ہے شخہ یہ جگر لخت لخت اُٹھ کے لیے  
سکائے کوچہ دلدار یاد آتے ہیں  
نوا دراستِ جناں کی ہوئے نہیں طارق  
عجا ئباتِ دربار یاد آنے ہیں







مولانا شاہ احمد نورانی بھی اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے وہ بیضا الاقوامی مبلغ و خطیب تھے انہیں چھ سات زبانوں پر مکمل عبور و قدرت حاصل تھی۔ انہوں نے مروج سیاست میں خوب نام پیدا کیا وہ علم و فضل کے جامع تھے جہاں ایک طرف مسلمہ ممتاز اکابر اہلسنت کو ارض کے بار بار منی لقیض اہلسنت سے اتحاد و اشتراک کرنے پر شرمکے اعتراضوں پر دلا دلا کر یہ بات بھی مسلم ہے کہ مولانا نورانی میاں آج تک کسی دیوبندی کے دلی دوست نہ ہوئے وہ دوسری رافضی غیر مقلد مولوی کے اقتداء میں نمازیہ ضائع نہیں کیے۔ اُن کے دوسری بڑے خویشیہ یہ ہے کہ وہ ضمیر فروش بکا و سیاست دان نہیں تھے انہوں نے سیاست میں آکر نہ کبھی وزارت حاصل کی نہ ڈیز لہ پر مٹ اور روٹ پر مٹ حاصل کئے جبکہ ارض کے اتحادی صلح کل کے حلیف مودودی پارٹی اور کانگریس دیوبندی گاندھی مولوی مختلف ادوار میں وزارتیں ملازمتیں اور مختلف النوع پر مٹ حاصل کرتے رہے میرے کیا اچھا ہوتا مولانا شاہ احمد نورانی اپنے شاہان شان اپنے اکابر کے اتباع مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے تابع ہو کر خالص سخی سیاست کرتے اور سواد اعظم اہلسنت کو منظم فرماتے تو ارض کا نام سنی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جاتا۔ اب جبکہ مولانا نورانی انتقال کر گئے اب ارض کے ذات سے کچھ اختلاف کرنا کسی طرح مناسب نہیں اب جو بھی سخی عالم دیضا سیاست میں آئے اولے ترجیح کے طور پر سخی قوم کو منظم کرے اور صلح کل اتحادی فتوے سے دامن بچائے اور اپنے آپ کو مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے وقف کرے بد مذہبوں سے اتحاد و اشتراک سے آج تک سنی قوم کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

## در صفت راضی

## شرابی کا بیان

از جناب مولانا محمد حسین نقشبندی صاحب مدظلہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ الْاَمِينِ وَعَلَى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ -  
يَسُوْهُ اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّذِكْرِ اسْمِهِ اللّٰهُ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةٍ اَلَا نَعْلَمُ ط  
ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر۔  
تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے بھی دوسری امتوں پر قربانیاں دینا ضروری تھیں۔ یہ بڑی پرانی عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں حقیقی بیٹوں ہابیل اور قابیل نے بھی قربانی پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:  
اِذْ قَرَّبَا قُرْبٰنًا فَتَقَبَّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَئِنْ يَتَّقَبَلْ  
مِّنَ الْاٰخَرِ ط یعنی جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔

۱۷ پ ۱۷ الحج آیت ۳۳ ۱۸ کنزالایمان

۱۹ پ ۱۹ المائدہ آیت ۲۷



یہ بھی خیال رہے کہ پھلی امتوں میں قربانی کا گوشت کھانا جائز نہ تھا ان کی مقبول قربانی کو قدرتی آگ جلا جاتی تھی اور مردود قربانی ویسے ہی پڑی رہتا تھی۔ قربانی کا گوشت کھانا اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

**قربانی کا حکم** | فصل لبریک وانحسدر۔ ترجمہ: تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تشریح: اے محبوب آپ کو رب تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے لہذا آپ اس کے شکر میں نماز ادا کریں اور قربانی دیں۔ اس سے مندرجہ ذیل مسائل سے معلوم ہوئے:-

(۱) نماز رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بہترین شکر یہ ہے۔  
(۲) قربانی اسلامی شعار (علامت) ہے اس کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جاسکتی۔

(۳) قربانی صرف مکہ معظمہ والوں یا حاجیوں کے لیے خاص نہیں جیسا بعض بے وقوفوں نے سمجھا ہے کیونکہ مدینہ پاک میں سرکار کو قربانی کا حکم ہو رہا ہے۔ (نور العرفان)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحب نصاب پر قربانی ہر سال واجب ہے کیونکہ یہ مال و جان کے شکر یہ کے طور پر ہے تو جب تک مال و جان موجود ہیں شکر یہ کے طور پر قربانی بھی کرنی ہوگی۔ اسی لیے صحیح بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ (عید کی نماز پڑھیں پھر اس کے بعد قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پایا اور جس نے پہلے ذبح کر لیا وہ گوشت ہے جو اس نے پہلے سے اپنے گھروالوں کے لیے تیار کر لیا قربانی سے اسے کچھ تعلق نہیں۔

ابوداؤد و نسائی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یوم النحر کا حکم دیا گیا ہے اس دن کو خدا تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید بنایا ہے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے پاس (بشمیر) چھوٹے جانور کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اسی کی قربانی کروں فرمایا نہیں۔ ہاں ٹوہنے والے اور ناخن کٹواؤ اور مونچھیں ترشواؤ اور سٹاف کے نیچے کے بال مونڈ د اسی میں تیری قربانی خد کے بلاں پوری ہو جائے گی یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی میں گائے سات کی و فتر سے اونٹ سات کی طرف سے ہے۔

## قربانی کے بارے میں مسائل فقیر

قربانی کے اقسام | قربانی دو قسم پر ہے واجب اور نفل۔

قربانی واجب ہونے کی شرطیں | (۱) اسلام: یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔

(۲) اقامت: یعنی حقیق ہو یا سفر پر قربانی واجب نہیں وہ اگر قربانی کرے گا تو نفل ہوگی۔

(۳) نصاب کا مالک ہونا غریب آدمی پر قربانی واجب نہیں اگر وہ کرے گا تو نفل ہوگی۔

(۴) آزاد ہونا غلام پر قربانی واجب نہیں کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں۔ (اگرچہ غلام کا دیر ختم ہو گیا ہے)

نصاب کیا ہے | جو شخص حاجت و اصلیت سے ہے کا مکان خانہ داری کا سامان



جن کی حاجت ہو سواری کا جانور خادم پہننے کے کپڑوں کے علاوہ ساڑھے باون تو لے (۵۲ ۱/۴) چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو وہ صاحب نصاب ہے اس پر قربانی واجب ہے۔

شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں شرائط پائی گئیں تو قربانی واجب ہے مثلاً ایک شخص کا فر تھا قربانی کا وقت ابھی باقی ہے کہ مسلمان ہو گیا قربانی واجب ہے جبکہ دوسرے شرائط پائے جاتے ہوں۔ اسی طرح غلام تھا آزاد ہو گیا مسافر تھا مقیم ہو گیا۔ فقیر تھا قربانی کے وقت میں مالدار ہو گیا قربانی واجب ہے۔

قربانی کے وجوب کے لیے مرد ہونا شرط نہیں۔ عورت اگر مالدار ہے بقدر نصاب مال رکھتی ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

اگر کوئی شخص مالدار ہے مگر اس پر قرض بھی ہے اگر اس کے مال سے قرض نہ ادا جائے تو بقدر نصاب مال باقی نہیں بچتا تو قربانی واجب نہیں۔

قربانی کے وقت میں قربانی ہی ضروری ہے، اگر قربانی کی جگہ کوئی جانور یا دوسری چیز یا رقم صدقہ مردی تو بیک النہ مر نہیں ہوگا قربانی کرنا ہی لازم ہے اس میں نیابت ہو سکتی ہے خود کرنا ضروری نہیں دوسرے کو اجازت دیدے اس کے کرنے سے بھی ادا ہو جائے گی۔

**قربانی کے ایام** دسویں ذوالحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دو راتیں۔ ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دن کو ایام تشریق کہتے ہیں لہذا بیس کے دو دن ایام نحر اور ایام تشریق دونوں ہیں۔ پہلا دن دسویں ذوالحجہ صرف یوم النحر اور پچھلا دن تیرہویں ذوالحجہ صرف یوم التشریق ہے۔

**قربانی کا وقت** شہر میں قربانی کی جگہ تو شرط یہ ہے کہ عید کی نماز ہو چکے تو اس کے بعد کی جائے اور دیہات میں چونکہ عید

واجب نہیں طلوع فجر کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

**قربانی کے جانور کا بیان** (۱) اونٹ کے جانور تین قسم کے ہیں (۱) اونٹ (۲) گائے (۳) بکری۔

(۱) اونٹ میں اونٹنی اونٹ خصی غیر خصی سب کا ایک حکم ہے۔

(۲) گائے میں بھینس اور نمادہ سب شامل ہیں۔

(۳) بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے۔

**قربانی کے جانور کی عمر** اونٹ پانچ سال کا۔ گائے دو سال کی اور بکری ایک سال کی۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو افضل ہے ہاں دنبہ چھ ماہ کا بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دوسرے دیکھنے میں سال کا معلوم ہو تو جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں عیب نہ ہو۔ جس جانور کا سینک جڑ تک ٹوٹ گیا اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر تیسرے حصے سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ ایسے ہی کان اگر تیسرے حصے سے کم کٹا ہے تو جائز ورنہ ناجائز۔ کان، اندھا، لنگڑا جو چل پھرنے سکے قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اتنا لاغر کہ ہڈیوں میں مغز نہ ہو دم یا چکی تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو ان کی قربانی جائز نہیں بکری یا گائے جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہو گئے ہوں بکری کا ایک تھن اور گائے بھینس کے دو تھن اگر کٹے ہوں یا خشک ہوں تو قربانی جائز نہیں۔

جو جانور گندگی کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر اس کو کچھ عرصہ باندھ کر حفاظت کی گئی ہو تو جائز ہے۔ خنثہ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اس کی قربانی جائز نہیں البتہ خصی جانور یا جس کے خصی وغیرہ کاٹ لیے گئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں عیب نہ ہو۔ جس جانور کا سینک جڑ تک ٹوٹ گیا اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر تیسرے حصے سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ ایسے ہی کان اگر تیسرے حصے سے کم کٹا ہے تو جائز ورنہ ناجائز۔ کان، اندھا، لنگڑا جو چل پھرنے سکے قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اتنا لاغر کہ ہڈیوں میں مغز نہ ہو دم یا چکی تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو ان کی قربانی جائز نہیں بکری یا گائے جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہو گئے ہوں بکری کا ایک تھن اور گائے بھینس کے دو تھن اگر کٹے ہوں یا خشک ہوں تو قربانی جائز نہیں۔

جو جانور گندگی کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر اس کو کچھ عرصہ باندھ کر حفاظت کی گئی ہو تو جائز ہے۔ خنثہ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اس کی قربانی جائز نہیں البتہ خصی جانور یا جس کے خصی وغیرہ کاٹ لیے گئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں عیب نہ ہو۔ جس جانور کا سینک جڑ تک ٹوٹ گیا اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر تیسرے حصے سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ ایسے ہی کان اگر تیسرے حصے سے کم کٹا ہے تو جائز ورنہ ناجائز۔ کان، اندھا، لنگڑا جو چل پھرنے سکے قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اتنا لاغر کہ ہڈیوں میں مغز نہ ہو دم یا چکی تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو ان کی قربانی جائز نہیں بکری یا گائے جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہو گئے ہوں بکری کا ایک تھن اور گائے بھینس کے دو تھن اگر کٹے ہوں یا خشک ہوں تو قربانی جائز نہیں۔

جو جانور گندگی کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر اس کو کچھ عرصہ باندھ کر حفاظت کی گئی ہو تو جائز ہے۔ خنثہ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اس کی قربانی جائز نہیں البتہ خصی جانور یا جس کے خصی وغیرہ کاٹ لیے گئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔

**قربانی کے جانور میں شرکت کے مسائل** اونٹ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں مگر ان



سب کی نیت تقرب (ثواب) حاصل کرنے کی ہو اگر ایک کی بھی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ ہاں تقرب مختلف قسم کے بھی ہوں تب بھی شریک ہو سکتے ہیں مثلاً قربانی کرنے والوں میں کوئی عقیقہ کرنے والا بھی مل جائے تو قربانی ہو جائے گی۔

**قربانی کے گوشت کا حکم** | قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو بھی دے سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ فقراء و غرباء میں تقسیم کرے ایک حصہ دوست احباب کو دے اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لے اور اگر اہل عیال زیادہ ہیں اور وہ صاحب وسعت نہیں تو سارا گوشت بھی گھر میں رکھ سکتا ہے اور اگر کسی نے سارا گوشت تقسیم کر دیا یہ بھی جائز ہے قربانی کا گوشت پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کو دے سکتے ہیں کہ یہ لوگ ذمی ہیں حربی نہیں۔ حربی کافر کو نہیں دے سکتے۔

**گوشت میں شرکاء کا حکم** | گائے یا اونٹ میں جو سات آدمی شریک ہوں گے وہ گوشت کو وزن کر کے برابر سات حصوں میں تقسیم کریں۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر کسی بیشی ہو گئی تو ہر ایک دوسرے کو معاف کر دے گا کیونکہ یہ شرعی حق ہے جس کا کسی کو معاف کرنے کا حق نہیں۔ قربانی کا گوشت چمڑا وغیرہ قصائی کو مزدوری میں نہیں دے سکتے ہاں بطور مدد اپنے حصے سے دے سکتے ہیں مگر مزدوری اس کو الگ دیں۔

**قربانی کی کھال کا حکم** | قربانی کی کھال اپنے کام میں لائی جاسکتی ہے۔ مثلاً کتابوں کی جلد کرائے، ڈول مشینز وغیرہ یا جائے نماز بنائے۔ بیع کر پیسے نہیں استعمال کر سکتا۔ چمڑا دینی مدارس میں مساجد میں کسی دینی کام میں لگا سکتے ہیں کسی فقیر غریب کی مدد کر سکتے ہیں، کسی بیوہ یا یتیم کو دے سکتے ہیں۔

**ذبح سے پہلے قربانی کے جانور سے نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا** | معزز و محترم قربانی کا جانور ہے اس پر سواری کرنا اس کو کرائے پر دینا اس کا دودھ استعمال کرنا اون وغیرہ اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہاں جب ذبح ہو جائے تو اون کاٹ کر اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ تھنوں میں دودھ ہے تو دودھ کھا سکتا ہے کہ جو مقصود تھا پورا ہو گیا اب یہ اس کی ملکیت ہے استعمال کر سکتا ہے۔

**قربانی کرنے کا طریقہ** | قربانی کا جانور بے عیب خوبصورت موٹا تازہ پوری عمر کے ساتھ جو ادھر بیان ہوئی عمدہ قسم کا ہو ذبح کرنے سے پہلے اسے چارہ پانی دے دیں اور ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کریں اور پہلے سے چھری تیز کر لیں اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اس کا منہ ہو اور اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر یہ دعا پڑھے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلدِّیْنِ فَكَهْرَ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَواتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَاىَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِکَ لَہٗ وَبِذِ الْاِیِّ اُصْرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَعِنْدَكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور تیزی سے چھری چلا کر ذبح کر دے قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ ۙ مَا تَشَاءُ مِنْ خَلِیْلِكَ اَبْنِ اَهِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ اس طرح ذبح کرے کہ چاروں گیس کٹ جائیں یا کم از کم تین گیس کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور کی

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر دیکھیں)

لے اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو مٹی کی جگہ من کہے اور اس کے بعد اس کا نام لے۔



## درسِ حدیث

از جناب عبدالصطفی اعظمی صاحب علیہ الرحمہ

## مدینہ کی ویرانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَانُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ خَرَابٌ يَثْرِبُ وَخَرَابٌ يَثْرِبُ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتُخْرِجُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ خُرُوجَ الدَّجَالِ

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المقدس کا ویرانی کے بعد آباد ہونا مدینہ کی ویرانی ہے۔ اور مدینہ کی ویرانی سے جنگ عظیم کا نکلنا ہے۔ اور جنگ عظیم کا نکلنا قسطنطنیہ کا فتح ہونا ہے۔ اور فتح قسطنطنیہ دجال کا نکلنا ہے۔

تشریح: حدیث کے خلاصہ کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام واقعات کا ظہور یکے بعد دیگرے آگے پیچھے ہوگا اور قیامت سے پہلے

۱۔ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ مطبع مجتہائی :

ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی آبادی ویران ہو جائے گی۔ چنانچہ اس بارے میں طبرانی کی ایک حدیث ہے کہ مدینہ کی آبادی بڑھ کر سلع پہاڑ تک پہنچ جائے گی۔ پھر مدینہ منورہ پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ مسافروں کی جماعت اس شہر کے اطراف سے گزرے گی تو یہ کہے گی کہ کبھی اس جگہ کوئی آبادی تھی۔ کیونکہ عرصہ دراز تک ویران ہوتے ہوتے اس کے نشانات و آثار مٹ چکے ہوں گے۔

تبصرہ: ابھی تک یہ نشانی عالم وجود میں نہیں آئی۔

## بقیہ: درسِ قرآن

روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں۔ بحر الرائق میں ہے کہ قربانی کرنے والا بقر عید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے اور کوئی چیز نہ کھائے یہ مستحب ہے اس کے خلاف بھی کیا تو کوئی حرج نہیں۔

جانور کے پیٹ کا پتھر | قربانی کے جانور کے پیٹ سے پتھر نکلا تو اسے جانور کے پیٹ کا پتھر بھی ذبح کر دے اور اگر وہ مردہ ہے یا ابھی جان ہی نہیں پڑی تو پھینک دے یا کہیں دفن کر دے قربانی میں کوئی فرق نہیں آئے گا قربانی ہو جائے گی۔

(ماخوذ از بہارِ شریعت)



# اتحاد یا افتراق کے

## ضمن میں چند سوالات

از قلم رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمد ہمدانی مدظلہ العالی

### تقلید کے متعلق وہابیوں کا نظریہ

مولوی حسین احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ: وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں۔ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ و اہیمہ عجیبہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گمراہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شیعہ کے پیرو ہیں۔

ہاں تو اصل میں بات یہ ہو رہی تھی کہ بچائے اہل سنت و جماعت کے

۱۔ علماء اسلام اور باقی تحریک خاکسارانِ مدینہ مولوی احمد علی صاحب لاہوری۔  
۲۔ الشہاب القاب ص ۳۰۔

”ملت اسلامیہ محمدیہ“ لقب رکھا جائے۔ تو اگر ان گمراہ لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لیے یہ جدوجہد کی گئی تو ایک روز بھانڈا پھوٹ جائے گا اور پھر سب کے سب مسلمان تمہارے مخالف ہو جائیں گے تو پھر آپ کو اس کاوش کا فائدہ کیا ہوگا۔  
جواب نمبر ۳: جو تجویز آپ پیش کر رہے ہیں یہ چاروں مذاہب شریعت

کے ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ، اور یونہی چاروں سلاسل طریقت کے بانی حضرات حضور سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور حضرت

خواجہ شہاب الدین بہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ یونہی حضرت علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ۔ یونہی ہزاروں اولیاء، عرفاء، نجباء، علماء و حقانی، محدثین، مفسرین، متکلمین، فقہاء اُمت کو یہ وسعت و شفقت والی

تجویز آخر کیوں نہ سوجھی۔ کوئی بات تو ان سب مردانِ حق کے پیش نظر ہوگی نا اس لقب اہل سنت و جماعت کو جُول کا توں پر قرار رکھنے میں۔ خدا اسوچے

اور غور کیجئے خصوصاً سحری کے وقت عاجزی سے دو رکعت نفل ادا کرنے کے

بعد بارگاہِ رب العزت سے توفیق خیر کی دُعا مانگ کر اس مسئلہ پر غور کیجئے

ہو سکتا ہے کہ آپ کی سمجھ میں بات آجائے اور اسی لقب کی اصل وجوہات

حکمت و فلاسفی آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔ خدا توفیق دے آمین!

جواب نمبر ۴: اس لقب کو تبدیل کرنا فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنا ہے

مثال کے طور پر دیکھئے اگر کچھ اہل محلہ جو مسلک رکھتے ہوں بصورت تبدیلی

لقب ان کے امام مقرر کرتے وقت اس سے تبدیل شدہ جدید لقب کی نشاندہی

کے ساتھ تحریر لے لیتے ہیں یا کہ بغیر تخصیص و تفسیر اہل سنت و جماعت

ہونے کے صرف جدید لقب کی نشاندہی کے ساتھ عہد و پیمان ہو جاتا ہے۔

پھر بعد میں امام کا مسلک کچھ اور نکلتا ہے تو دنگا و فساد کا خطرہ ہے۔ یونہی کوئی



بانی مسجد جو کہ مسلک سُنی رکھتا ہو تحریر کر جائے کہ مسجد لہذا اہل سنت و جماعت کی ہے اور اس میں امام بھی سُنی ہی مقرر کیا جاسکتا ہے اور پھر بعد میں کسی وقت اس تجویز تہذیبی لقب پر عمل کرنے کی صورت میں امام کی پوری تشخیص عمل میں نہ آئے اور اس کے "ملت اسلامیہ محمدیہ" کا اپنے آپ کو ایک فرد ظاہر کرنے پر ہی اس کی مسجد میں تقرری عمل میں آجائے تو آئندہ کسی بھی وقت فتنہ و فساد رونما ہونے کا خطرہ باقی رہے گا۔ اور اس کی طرف سے مسلک اہلسنت کی خلاف ورزی کرنے پر فساد برپا ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے جب ہر مسلک والے مسلک سے متعلق پوری تشخیص کر کے تقرری عمل میں لائیں گے تو پھر یہ خطرہ نہ رہے گا۔ ہاں مگر اس صورت میں فساد کا یہ مذکورہ خطرہ ٹل سکتا ہے کہ کوئی ان مختلف نظریات کے حامل لوگوں کو باوجود ان کی کفریات کے مکمل مسلمان ہونے کی سند عطا کر دے اور ان کا مسلمان ہونا دلائل سے ثابت کر دے۔ ورنہ یونہی یہ فیاضی یا فیاضانہ رویہ موجب رحمت و پریشانی ہوگی۔

**سوال نمبر ۲:** دوسرے فرقوں کے بارے میں جاننا کیوں ضروری ہے؟  
**جواب:** سب فرقوں کا جاننا تو ضروری نہیں البتہ اپنے زمانے میں اور پھر خصوصاً اپنے علاقے میں اور بالخصوص ان لوگوں کے بارے میں جن کے ساتھ مجالست و ہم نشینی ہوتی ہو جاننا اس لیے ضروری ہے کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ میل جول سے منع فرمایا گیا ہے مثلاً ارشاد نبوی ہے:

سَيَأْتِي قَوْمٌ يَقَالُ لَهُمُ الرَّاغِضَةُ يَطْعَمُونَ السَّلَفَ فَلَا تَجَالِسُوهُمْ وَلَا تَوَاصِلُوهُمْ وَلَا تَشَارِبُوهُمْ وَلَا تَنَاجَوْهُمْ وَإِذَا مَرَضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِذَا مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَقْبَلُوا مِنْهُمْ۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب کچھ لوگ آئیں گے ہیں جن کو رافضی کہا جائے گا وہ سلف صالح یعنی صحابہ کرام پر تعین کریں گے۔ تو ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ ان کے ساتھ نہ کھانا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا۔ نہ ان کے

ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار پڑ جائیں تو ان کو پوچھنے نہ جانا، مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہونا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ہی ان کے ساتھ مل کر جنازہ پڑھنا یعنی اگر کسی نماز جنازہ میں وہ شریک ہوں تو تم شریک نہ ہونا۔

یہ حدیث ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی عالم کا قول نہیں ہے اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو احکام شریعت میں ذکر کیا ہے۔

۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: **اَيُّكُمْ وَايَاھُمْ لَا يَصْلُوْا ذِكْرَ وَلَا يَفْتَنُوْا ذِكْرَ** گمراہ فرقوں سے دور ہو کہ کہیں وہ تمہیں بھی گمراہ نہ کریں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(راقم آثم) اسی لیے تو ان کے بارے میں معلومات رکھنا ضروری ہے نا۔

۳) **وَإِذَا رَأَيْتُمْ صَاحِبَ بَدْعٍ فَانْصَرُوا فِي وَجْهِهِ الرَّجْ** اور جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے منہ پر اس سے ترش روئی کے ساتھ پیش آؤ کیونکہ آخر اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔

۴) **مَنْ وَقَعَ صَاحِبُ بَدْعٍ فَقَدْ عَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ** جو کسی بد مذہب کی توقیر و تعظیم کرے تو اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔ (العیاذ باللہ)

۵) **مَنْ مَشَى إِلَى صَاحِبِ بَدْعٍ لِيُوقِرَ فَقَدْ عَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ** جو کسی بد مذہب کی طرف اس کی توقیر و تعظیم کرنے کو چلے تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔  
(ایسے ہی الفاظ) اور بھی کئی احادیث مبارکہ میں ہیں۔

۱) احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۵ بحوالہ ابوداؤد شریف ص ۱۸۵ صحیح مسلم شریف ص ۱۸۵ محدث ابن عساکر ص ۱۸۵ طبرانی وغیرہ ص ۱۸۵ طبرانی



اب کہیے کہ جب تک ان کے بارے میں معلومات نہیں رکھے گائے آپ سے ان کو دور رکھے گا اور کیسے ان سے بچے گا اور ان ہدایات رسولی پر کیسے عمل کرے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: وعلم الافاظ المحترمة والملكفة والعمرى هذا من اھم الامھیات فی هذا الزمان لانك تسمع كثيرًا من العوام یتكلمون بما يكفروھم عنھا غافلون یعنی ہمارے اس زمانے میں ایسے الفاظ کا معلوم کرنا بھی فرض عین ہے جن کے تلفظ سے آدمی کسی چیز کو حرام (کہہ) بیٹھتا ہے یا کہ خود کا فرہو جاتا ہے کیونکہ عوام بسا اوقات ایسے الفاظ بول جاتے ہیں جبکہ وہ ان کے حکم سے بے خبر ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ناواقفیت کی وجہ سے اگر کسی گناہ میں پڑنے یا کہ کفر کا اندیشہ ہو تو پھر ایسی چیز کا معلوم کرنا ضروری ہو جائے کہ ہے۔ تو یونہی مقصد مذکور کے تحت اپنے پڑوس اور اپنے ماحول کے گمراہ فرقوں سے متعلق معلومات رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یہ ضروری صرف اس حد تک ہی ہے کہ جس سے اپنے ایمان کا تحفظ ہو سکے اور کفر یا کسی گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ و احتمال نہ رہے۔

جواب سوال نمبر ۸: اختلاف رائے کا حق دین میں صرف مجتہدین کو ہوتا ہے اور وہ بھی فروعی مسائل کی حد تک محدود ہوتا ہے۔ اب ہر پڑھا لکھا آدمی یا ہر صاحب علم مجتہد تو نہیں ہوتا اور پھر جب اختلاف کی نوعیت بھی اعتقادی ہو تو مسائل اعتقادیہ میں اختلاف رائے کا کیا سوال ہے اور خدا کے بندو۔ ایک آیت کے انکار سے تو کفر لازم آجاتا ہے بلکہ قرآن

پاک کی تو ایک حرف کے انکار سے بھی کفر لازم آتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ قرآن کا حرف ہے۔ یونہی حدیث متواتر اور اجماع کے انکار سے بھی کفر لازم آتا ہے کیونکہ وہ بھی قطعی ہیں تو جب ان کے انکار سے کفر تک لازم آسکتا ہے تو پھر اس سے فرق کیوں نہیں بنے گا ضرور بنے گا ہاں البتہ فروعی مسائل جیسے حنفی و شافعی فقہ کے مسائل میں اختلاف کے باوجود ہر مقلد اپنے امام کی فقہ و اجتہاد پر عمل پیرا ہو گا اور دوسرے مقلد سے اس کا اس عمل میں اختلاف تو ہو گا مگر اس سے وہ الگ فرقہ نہیں بنے گا کیونکہ تمام مذاہب فقہیہ یعنی چاروں مذاہب کا طریقہ ایک ہی ہے اور باوجود آپس کے اس قدر اختلاف کے جو کہ ان کے درمیان ہے کہ وہ کافی اختلاف ہے لیکن پھر بھی چونکہ اس کی نوعیت اجتہادی اختلاف کی ہے اور وہ فروعی ہے اصولی نہیں اس لیے ان سب کا فرقہ ایک ہی ہے اور وہ ہے اہل سنت و جماعت۔

اور اس سوال کے آخر میں جو یہ فقرہ لکھا ہے کہ ”یہ مولویانہ سوچ ہے“ تو اس پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ جو اس کے مقابلے میں ہوگی وہ انگریزانہ سوچ ہوگی اور فرنگیانہ۔ خدا کے بند و علماء کو میر نہ جانو، کہ ان کے اعمال خواہ کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ دین بظاہر ان ہی کے دم قدم سے قائم ہے کیونکہ اگر یہ نہ پڑھیں تو پھر علماء کہاں سے پیدا ہوں۔ اب جنہوں نے عمر کو انگریزی اور دنیاوی تعلیم پر صرف کرنا ہے ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ علماء دین پر پھبتیاں کسیں دراصل انگریزی کا کچھ اثر ہی ایسا ہے کہ وہ دین سے ور نہ دین والوں سے قنفر کر دیتی ہے۔ اَلَا مَاشَاءَ اللہ،

یاد رکھو! کہ دین کے معاملہ میں تو ہمیں نیچے ہی رہنا پڑے گا علماء سے اوپر جانے کا سوچ بھی نہیں۔ آخر کیا تمہارے نزدیک ان لوگوں کا کوئی مقام نہیں جنہوں نے اپنی عمر عزیمت کے بیس پچیس سال کا اگر انقدر حصہ صرف دین حاصل کرنے پر صرف کر دیا ہے۔ کیا وہ اور دوسرے



لوگ انگریزی میں سر کھیلنے والے برابر ہی ہوں گے۔ اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ویسے ہی فرما دیا ہے: **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ** کہہ دیجئے کیا علم (دین) والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی ہرگز نہیں کیونکہ استفہام انکاری ہے۔

**جواب سوال نمبر ۹:** افتراق امت کو بنی طور پر حق ہے اور اتحاد کی دعوت شرعی احکام و ہدایات و تعلیمات کے مطابق دی جاتی ہے لہذا ان دو باتوں میں کچھ تعارض نہیں ہے اور اس سوال کی مثال تو ایسی ہے جیسے اگر بیمار سے کہا جائے کہ بھائی علاج کروالو تو وہ جواب میں یہی کچھ کہے دے کہ ”جب میری بیماری مبنیاً نبی اللہ حق ہے تو پھر علاج کے کیا معنی؟“ اب اس کو سمجھانے کے لیے جو کچھ کہا جائے گا بس یہی کچھ یہاں بھی کہا جاسکتا ہے۔

**جواب سوال نمبر ۱۰:** سوال میں اتحاد کی نوعیت کی وضاحت نہیں کی گئی یہ ہونی چاہیے تھی، بہر حال شرعی نکتہ نظر سے مسئلہ واضح ہے کہ باطل فرقتے جب تک اپنی خرابی کا ازالہ نہیں کریں گے ان کے ساتھ میل جول از روئے شرع شریف ممکن نہیں ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی متعدی مرض کا مریض لوگوں سے کہے کہ تم لوگ میرے ساتھ مل بیٹھنے سے کیوں کتراتے ہو اب ذرا بتاؤ تو ہسی کہ تم لوگ کھل کر میرے ساتھ کب بیٹھو گے تو اب جو کچھ اس سے کہا جائے گا وہی کچھ یہاں بھی کہہ دینا کافی ہے۔

**جواب سوال نمبر ۱۱:** سیاسی لوگ اس بات کی چنداں پرواہ نہیں کیا کرتے کہ مسئلہ شرعی کیا ہے۔ ان کے پیش نظر تو بس سیاسی مقاصد ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ منظر کشی میں قومی اتحاد کے اجلاسوں کے موقع پر تو دیکھنے میں آسکتا ہے۔ تو احکام شرعیہ کے سلسلے میں تساہل اور ضوابط شرعیہ کے بارے میں ان بیباک مولوی صاحبان کی روش اور

ردیہ کوئی شرعی دلیل نہیں بن سکتا۔ اس لیے اس پر قیاس کرنا یا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

**جواب نمبر ۱۲:** اس وقت سب کے پیش نظر پاکستانی ریاست کا حصول تھا عقائد و فقہ نہیں لیکن اب جبکہ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ درپیش ہے تو یہ فرقہ خصوصاً سنی، شیعہ اپنی اپنی فقہ کو سامنے لا رہے ہیں۔ اب بھلا بتائیے کہ اس موقع پر ان میں اتحاد کیونکر ممکن ہوگا، اور اگر اس کی کوئی ممکنہ صورت ہے تو بس یہی کہ ملک میں چونکہ سنیوں کی اکثریت ہے اور جمہوری ملک میں اکثریت کی بنا پر ہی حکومتیں بنا کرتی ہیں تو اسی مسئلہ قاعدہ کے پیش نظر ملک میں پبلک لاء سنی فقہ کے مطابق نافذ کیا جائے اور پرسنل لاء شیعہ کی فقہ جعفری کے مطابق، تو یوں ان کو اپنی فقہ پر عمل کرنے کا موقع دے دیا جائے اور جبر سے کام نہ لیا جائے جیسا کہ ایران میں ہو رہا ہے کہ تہران جیسے شہر میں سنی آبادی ہونے کے باوجود سنیوں کو اپنی مسجد تک بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ تو ایک اہم مقصد کے پیش نظر سنی زیادہ سے زیادہ بس یہی کچھ کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ اور تو کوئی صورت قابل عمل ہی نہیں۔

**جواب سوال نمبر ۱۲:** مخصوص نظریات کے حامل جس فرقہ کا یہاں سوال میں ذکر کیا گیا ہے اس سے پہلے یہ دریافت کیا جائے کہ تم لوگ اجماع و قیاس اور تقلید کے قائل مقلدین ائمہ کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ وہ تمہارے نزدیک صحیح مسلمان بھی ہیں یا کہ مشرک و گمراہ اور بدعتی وغیرہ۔ (معاذ اللہ) اور اگر مقلدین کو صحیح مسلمان ماننے پر بھی تیار نہ ہوں تو پھر حضرت علیؓ، جو میری المعروف بہ داتا گنج بخش، حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ اجیری، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث



دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور دیگر ہزاروں حضیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں، محدثین، مفسرین، صوفیاء، اولیاء، کملاء، عرفاء و فقہاء کو گمراہ کہلوا کر کون ہے جو اپنے ان مقدس اکابر رحمہم اللہ کو گمراہ قرار دینے والوں کے ساتھ اتحاد کرے گا یا اس کے لیے تیار ہوگا۔ اس لیے ان سے کہو کہ ذرا تم بھی اپنی اینٹ بالکل اپنی جگہ پر ہی نہ رکھو نا ذرا اس کو سرکا کر بات کرو تو شاید اس پر کسی مصلحت وقتی کے تحت غور کرنا ہی ممکن ہو سکے۔

اس سوال نمبر ۱۲ کے ضمن میں لکھے گئے یہ الفاظ کہ ”اس فرقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر فقط قرآن و حدیث یا کتاب و سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے اور مجتہد امام کے اقوال کو درمیان میں نہ لایا جائے تو اُمت مسلمہ میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔“

**راقم الحروف:** اور اگر کوئی مخصوص نظریات کا حامل فرقہ یہ کہہ دے کہ ”اگر حدیث و سنت کو درمیان میں نہ لایا جائے اور صرف قرآن ہی سے رہنمائی حاصل کی جائے تو پھر اُمت مسلمہ کے اندر صحیح معنوں میں بلا تفریق احد سے دوسرے اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔“ تو پھر اس کو کیا جواب دو گے تو جو جواب اس کو دینا ہے وہی یہاں ان لوگوں کو دیکھیے۔

## مجتہد امام کے اقوال کی ضرورت

شرعیات میں قیاس کا معنی ہے کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا درپیش آگیا کہ جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو کہ قرآن یا حدیث میں ہے اس کے حکم کی علت معلوم کر کے یہ کہا کہ چونکہ وہ علت تو یہاں بھی ہے، لہذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کہ کسی نے پوچھا کہ عورت کے اِغلام یعنی دُہر میں وطی کرنا کیسا ہے، ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں بلکہ

کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہذا یہ بھی حرام ہے کسی نے پوچھا کہ جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا وہ اس کے لیے حلال ہے یا کہ نہیں ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے پر حرام ہے۔ وطی یا جنسیت کی وجہ سے، لہذا یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو ہر کس و ناس کا قیام معتبر نہیں قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ خود مستقل حکم نہیں یعنی قرآن و حدیث کا ہی حکم ہوتا ہے مگر قیاس اُس کو یہاں ظاہر کرتا ہے۔ قیاس کا ثبوت قرآن و حدیث و افعال صحابہ سے ہے۔

یہاں پر صرف ایک آدھ دلیل ہی لکھی جاتی ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الامارت باب ما علی الولایۃ میں اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام میں اور دارمی شریف میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے۔ عرض کیا کتاب اللہ سے، فرمایا کہ اگر اس سے نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اُس کے رسول کی سنت سے فرمایا کہ اگر اُس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کیا کہ ”اجتہد برائی ولا اَلْوَقَالَ فَضْرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَدْرِهِ اِشْرَاحًا لِعَنِیْ اِیْنِی رَاٰی سَاجِدًا کَرُوں گا۔ راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے اُن کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے کہ رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں۔ اب اس سے قیاس کا پرزور ثبوت ہوا اور چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہو سکتا اس لیے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوا یا جو کہ بغیر مہر نکاح میں آئی اور شوہر



مرگیا ردیکھے نسائی شریف جلد دوم ص ۷۸

## اجتہاد کا دائرہ کار

عبادات اور معاملات کے بارہ میں قرآن کریم کی ہدایات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث رہنما اصول ہیں لیکن قرآن کریم کے بعض الفاظ متعدد معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض جگہ یہی حال احادیث شریفہ کا ہے ایک ہی معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معمولات اور اقوال موجود ہیں۔ پھر تمام احادیث بھی صحت اور قوت کے اعتبار سے ایک درجہ کی نہیں ہیں، اس لیے اُمت کو احکام کی ترتیب اور تدوین کے لیے ایک ایسے مجتہد کی ضرورت ہوئی جو قرآن اور دلائل سے قرآن کریم کے متعدد معانی میں سے کسی ایک کا تعین کر سکے مطلق اور مقید آیات میں یہ فیصلہ کر سکے کہ مطلق اور مقید کو اپنے حال پر رکھا جائے گا یا مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جائے گا۔ آیات کے اسباب نزول اور ان کی تقدیم و تاخیر پر نظر ہو اور اس کی روشنی میں نسخ اور منسوخ کو متعین کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معمولات اور اقوال میں سے قرآن اور دلائل سے کسی ایک قول اور عمل کا تعین کر سکے اور اس سلسلہ میں سند کے اعتبار سے حدیث کی قوت اور ضعف کو جان کر فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو، ایسے ہی شخص کو فقہاء کی اصطلاح میں مجتہد مطلق کہا جاتا ہے۔

جدید قسم کے پیش آمدہ مسائل کا حل سوائے اجتہاد کے اور کیا ہوگا۔

ہم منکرین قیاس سے دریافت کرتے ہیں کہ جن چیزوں کی تصریح

حدیث و قرآن میں نہ ملے یا کہ بظاہر حدیث میں تعارض واقع ہو تو وہاں کیا کرو گے۔ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔ یا مثلاً لاؤڈ سپیکر پر نماز، ریل گاڑی میں نماز، رویت ہلال کا ریڈیو پر اعلان، اعضا کی پیوند کاری، انگریزی دواؤں سے علاج، مَرْدے کا پوسٹ مارٹم، قطبین

میں نماز اور روزے کا مسئلہ۔ نئے اوزان کی اوزان شریعہ سے تطبیق سے، فرسودی بنکاری۔ چور کے کٹے ہوئے ہاتھ سے انتفاع بیمہ کا جواز یا عدم جواز یا وڈنٹ فنڈ پر نکوۃ، انعامی بانڈ لینے کا جواز یا عدم جواز، ایک شخص شہر میں عید کے آئے اور دوسرے شہر میں رمضان پایا تو روزہ رکھے یا نہیں، کسی شخص نے بیس سال پہلے ایک ہزار روپیہ قرض لیا۔ اب بیس سال بعد وہ قرض خواہ کو ایک ہزار ہی ادا کرے گا جبکہ اس کی مالیت اب سو روپیہ رہ گئی ہے، یا سونے کے حساب سے زیادہ رقم دے گا۔ نوٹوں پر نکوۃ کی ادائیگی کے لیے سونا میعار ہو گا یا چاندی، اس قسم کے سینکڑوں مسائل تو صرف اس بیسویں صدی میں عبادات زمانہ کی تیز رفتار ترقی اور بدلتے ہوئے حالات نے پیدا کر دیے ہیں۔ اب جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مسائل دینیہ میں رہنمائی صرف قرآن و حدیث ہی سے حاصل کی جائے اور بس، وہ بتائیں کہ ان پیش آمدہ مذکورہ مسائل کو قرآن کی کوئی آیت یا آیتوں سے جو ان مسائل کو حل کرنے میں بالکل صاف اور صریح ہوں یا کوئی حدیث یا احادیث سے حل کریں گے جو کہ بصراحت ان مسائل کا پیش کرتی ہوں اور اجتہاد کی ضرورت پیش نہ آئے اور جب حقیقت یہی ہے کہ سوائے اجتہاد کے ان مسائل جدیدہ کا حل صریح آیات و احادیث سے پیش نہیں کیا جاسکتا اور پھر یہ تو صرف اس موجودہ صدی کے مسائل ہیں اس سے پیشتر ایسے ہی سینکڑوں ہزاروں نئے مسائل پیدا ہوئے جن کا حل سوائے اجتہاد کے صریح آیات و احادیث سے پیش نہیں کیا جاسکتا تھا تو پھر بتائیے کہ یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ ”اگر مجتہد امام کے اقوال کو درمیان میں نہ لایا جائے تو اُمت مسلمہ میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے“

تو مذکورہ الصدر بیان و تبصرے سے یہ بالکل واضح ٹھہرا ہے کہ اس دعویٰ کا واقعہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور یہ بڑا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور بس۔



سوال نمبر ۲ کے بعض الفاظ: اجماع صحابہ کرام، ارشاد استوائی  
مجتہدین، اقوال اولیاء و صوفیاء کرام کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اجماع و قیاس مجتہد تو مجتہد شرعی ہیں۔ قیاس مجتہد پر تو  
کسی قدر کلام پہلے ہو چکا ہے اب اجماع پر کچھ کلام کرتے ہیں اور اجماع کے  
درجے میں اجماع صحابہ کرام نمبر اول پر آتا ہے اور اجماع کی حیثیت کے متعدد  
دلائل ہیں جن میں سے ایک قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ ہے: وَمَنْ يُشَاقِقِ  
الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ  
الْمُؤْمِنِينَ تَوَلَّيْ مَا تَوَلَّيْ وَنُصِّلْهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا اور جو  
شخص رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ حق راستہ  
اس پر ظاہر ہو چکا ہو اور مسلمانوں کے (دینی) راستہ کے خلاف چلے گا تو ہم اس  
کو (دنیا میں) جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت میں) اس کو  
جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔

معلوم ہوا کہ امت کے متفقہ فیصلہ (اجماع) کی مخالفت گناہ عظیم ہے  
اور قرآن کریم نے بتایا کہ آخرت میں جو سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مخالفت کرنے والوں کو ملے گی، وہی سزا ان لوگوں کو دی جائے گی جو مؤمنین  
کا متفقہ راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی  
علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کے متعلق کوئی  
صریح حکم یا مخالفت (قرآن و سنت میں) موجود نہ ہو تو میرے لیے آپ کا کیا  
حکم ہے تو آپ نے فرمایا: شَاوِدَ وَافِيَهُ الْفُقَهَاءُ وَالْعَابِدِينَ

وَلَا تُمَضُّوْا فِيهِ رَأْيِي خَاصَّةً بَلْ يُعْنَى اس معاملہ میں تم فقہاء اور  
عابدین سے مشورہ کرو اور کسی شخصی رائے کو نافذ نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ کسی زمانے کے فقہاء و عابدین متفقہ طور پر جس چیز کا  
حکم دیں یا مخالفت کریں اس کی مخالفت جائز نہیں، کیونکہ ان کا متفقہ  
فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔

حجیت اجماع پر چند آثار صحابہ | امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ نے اپنے مشہور قاضی شریح

کو عدالتی فیصلوں کے لیے جو بنیادی اصول لکھ کر بھیجے ان میں تیسرا اصول یہ تھا  
کہ جس مسئلہ کا حکم قرآن و سنت میں (صریح طور پر) نہ ملے اس میں امت  
کے اجماعی فیصلہ پر عمل کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سرکاری فرمان امام  
شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے: بكتب عبد الله  
شريح ان اقصي بما في كتاب الله فان اقال امر، ارجح  
يعني حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (قاضی) شریح کو لکھ کر بھیجا کہ تم فیصلے  
قرآن حکیم کے مطابق کرو اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا  
(صریح) حکم قرآن شریف میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت  
کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا حکم (صریح طور پر)  
نہ قرآن حکیم میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تو تم اس  
کے لیے وہ فیصلہ تلاش کرو جس پر سب لوگ متفق ہو چکے ہوں اور  
اگر کوئی ایسا مقدمہ آجائے جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو نہ قرآن میں  
نہ سنت میں، نہ اجماع میں) تو اب دو صورتوں میں سے جس کو چاہو اختیار

له الطبرانی في الاوسط و رجاله موثقون من اهل الصحيح  
كذا في مجمع الزوائد باب في الاجماع ص ۱۸، ج اول۔

۱۔ نساء آیت ۱۱۵۔  
۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۰۳ تا ۱۰۷ ج ۱۔



کر لو یعنی چاہو تو آگے بڑھ جاؤ (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دو) اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کی بجائے اہل علم سے پوچھ کر عمل کرو) اور میں تمہارے لیے ایسے موقع پر پیچھے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھتا ہوں یہ

(۲) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اتقوا اللہ وعلیکم الجماعة الخ اللہ سے ڈرو اور الجماعة کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کبھی کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔

**اجماع کا فائدہ اور سند اجماع** یہاں ایک یہ بات قابل ذکر ہے کہ اجماع اجماع کرنے والوں کو شرعی احکام میں نعوذ باللہ خدائی کے اختیارات مل گئے ہیں کہ وہ قرآن و سنت سے آزاد ہو کر جس چیز کو چاہیں حرام اور جس کو چاہیں حلال کر دیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن یا سنت کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔ اجماع کا بھی ہر فیصلہ قرآن و سنت کا محتاج ہے چنانچہ فقہ کے جس مسئلہ پر بھی اجماع منعقد ہوتا ہے، وہ یا تو قرآن حکیم کی کسی آیت سے ماخوذ ہوتا ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت سے، یا قیاس سے جس کی اصل قرآن یا سنت میں موجود ہو۔ غرض ہر اجماعی فیصلہ کسی نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہوتا ہے جس کو "سند اجماع" کہا جاتا ہے۔ یہ سوال کہ ہر اجماعی قرآن یا سنت یا قیاس پر مبنی ہوتا ہے تو اجماع سے کیا فائدہ ہوا۔ اور اسے فقہ کے دلائل میں کیوں شمار کیا جاتا ہے تو اس کا جواب

یہ دیکھئے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "کتاب الفقہیہ والمتفقہ" ص ۱۶۶ جزو خاص تک کتاب الفقہیہ والمتفقہ ص ۱۶۷ جزو خاص۔

یہ کہ اجماع کے دو فائدے ہیں، ایک یہ کہ قرآن یا سنت یا قیاس سے ثابت ہونے والا حکم اگر "قطعی" ہو تو اجماع اُسے "قطعی" (ایسا یقینی جس میں ادنی تردد کی گنجائش نہ رہے) بنا دیتا ہے جس کے بعد کسی فقہیہ مجتہد کو بھی اس سے اختلاف کا جواز باقی نہیں رہتا اور اگر وہ حکم پہلے ہی قطعی تھا تو اجماع اس کی قطعیت میں مزید قوت اور تاکید پیدا کر دیتا ہے، اور دوسرا فائدہ اجماع کا یہ ہے کہ وہ جس دلیل شرعی پر مبنی ہو وہ بعد کے لوگوں کو اس دلیل کے پرکھنے اور اس میں غور و فکر کی ضرورت باقی نہیں رہتی، ان کو اس مسئلہ پر اعتماد کرنے کے لیے بس اتنی دلیل کافی ہوتی ہے کہ فلاں زمانہ کے تمام مجتہدین کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ انہوں نے کسی دلیل شرعی کی بنیاد پر یہ اجماعی فیصلہ کیا تھا، یہ جاننے کی ضرورت بعد کے لوگوں کو نہیں رہتی، اب رہا اقوال اولیاء و صوفیاء کرام کا معاملہ۔ سو اگر وہ کسی بات پر مجتمع و متفق ہوں تو وہ شرائط مبینہ فی اصول الفقہ کے ساتھ حجت ہوں گے لیکن انفرادی طور پر کسی کا قول حجت نہیں ہو سکتا تو اگر وہ قرآن و حدیث سے متضاد نہ ہو تو قبول کر لیا جائے گا اور اس سے قرآن و حدیث کو سمجھنے میں مدد ملی جائے گی، لیکن اگر بالفرض وہ کتاب و سنت کے مخالف ہو تو پھر ایسی صورت میں وہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

**جواب سوال نمبر ۱۳:** حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مجمع البحرین" کی اصل عبارت سوال میں پیش کرنی چاہیے تھی۔ بہر حال اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں وہ تمام فرقے نہیں پائے جلتے جن کے نام کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور اس وقت جو فرقے زیادہ تر موجود ہیں وہ ہیں۔

(۱) اہل سنت و جماعت۔

(۲) شیعہ اور (۳) خارجی و بابی، تو اہل سنت و الجماعت کے لقب کا



اطلاق ان لوگوں پر کیا جائے گا جو کہ شیعہ اور خارجیوں کے کسی بھی گروہ اور ان کے کسی ذیلی فرقہ میں داخل نہ ہوں اور کسی بھی ایسے عقیدہ و مسئلہ میں ان لوگوں کے ساتھ شامل نہ ہوں جو ان کا مخصوص مسلک ہو اور بلاشبہ جتنے بھی حق پرست یعنی حق کو ماننے والے ہیں اب خواہ وہ حنفی ہوں یا کہ شافعی مالکی مذہب رکھتے ہوں یا کہ حنبلی غرضیکہ مذاہب اربعہ میں سے کسی بھی امام کے مقلد اور پیرو ہوں بلا تفریق و استثناء سب پر یکساں طور پر اہل سنت والجماعت کا اطلاق کیا جائے گا۔

**جواب سوال نمبر ۱۳:** اس سوال کا جامع اور مختصر جواب تو یہ ہے کہ جو فرقے جائز ہیں جن کی تفصیل پہلے تحریر میں آچکی ہے ان کے ساتھ تو میل جول، شادی و غمی میں شرکت، روابط و تعلقات استوار کئے جاسکتے ہیں بلکہ مسلمانوں کو مل جل کر ہی رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہیے کیونکہ ہمارا دین ہمیں ہی سکھاتا ہے۔ لیکن جو لوگ گمراہ ہیں اور جو گروہ فراقِ ضالہ کے زمرے میں آتے ہیں ان کے ساتھ میل جول کی از روئے شرع ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس ضمن میں اوپر اس تحریر میں کچھ ارشاداتِ نبویہ و احادیث مبارکہ پیش کی جا چکی ہیں دوبارہ پڑھ لیں اور ان پر غور کر لیں۔ اور پتے کی بات تو یہ ہے کہ نئی نوع انسان کے افراد میں وحدت کے ساتھ کثرت اور اختلافات کے پہلوؤں کا پایا جانا ایک ناگزیر قدرتی واقعہ ہے، لیکن اختلاف کے ان پہلوؤں کا فتنہ و فساد کے بھڑکانے میں استعمال کرنا مذموم ہے اور گھبرائے رنگ رنگ کو زینتِ چین قرار دے کر ان سے منافع حاصل کرنا بلاشبہ محمود اور قابلِ تعریف و ثناء نہیں ہے۔

واضح رہے کہ یہاں رواداری کے موضوع پر لکھنے سے قبل ایک بار پھر مختلف فرقوں کے بارے میں لکھنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ تو لیجئے یہ بھی پڑھ لیجئے۔

**اہل سنت و جماعت** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیثِ طیبہ میں آنے والی نسلوں کے سنتِ رسول اور عبادت صحابہ کے ساتھ وابستہ رہنے کو میاںِ حق اور حاصلِ اسلام قرار دیا ہے چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد تم لوگ اختلاف کثرت دیکھو گے اس موقع پر تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کو لازم کر لینا اس طے شدہ کی روشنی کو مضبوطی سے تھام لینا۔

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ اپنی اپنی اسانید سے بیان کرتے ہیں: عن انس بن مالک..... من رغب عن سنتی فليس مني۔ (یعنی) جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

اور بالخصوص صحابہ کرام کے طریقہ کی اتباع یعنی عنوانِ جماعت پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں: محدث زرین بن معاویہ متوفی ۵۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: "عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يذ الله على الجماعة (یعنی) حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔"

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ بیان فرماتے ہیں: عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... عليكم بالجماعة والعامة (یعنی) حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ وابستگی لازم رکھو۔

**سنت کی تشریح** | مسلک اہل سنت و جماعت کی توضیح اور تشریح کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے مفہوم کے وضاحت کر دی جائے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ سنت کی تعریف



کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "والمراد بالسنة الطريقة السلوكية في الدين وشرائع الاسلام ولو كانت فريضة او واجبة. یعنی سنت سے مراد وہ راستہ ہے جو دین میں مقرر کر دیا گیا جس کو شریعت اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے عام ازیں کہ وہ فرائض ہوں یا واجبات؟"

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے عمل کے لیے جس راہ کو متعین کر دیا ہے اس راہ کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس تعریف میں تعین عمل کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس قید سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال خارج ہو گئے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کے احکام یا اعمال سے منسوخ کر دیا مثلاً نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین، آمین بالجہر یا صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا، وغیرہ۔ اس کے علاوہ ہمارے عمل کے لیے اس لیے کہا ہے کہ اس تعریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال خارج ہو جائیں جو حضور کی خصوصیات ہیں اور ہمارے لیے جائز نہیں مثلاً تہجد کی فرضیت، صوم وصال، بیک وقت نواز واج، مہطرات کا نکاح میں رکھنا وغیرہ۔ سنت کی وضاحت کے بعد یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے حدیث کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل اور حال پر کیا جاتا ہے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی اور مستقبل کی جو خبریں دی ہیں وہ بھی حدیث ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں شراب پیے کو مباح رکھا وہ بھی حدیث اور بعد میں منع فرما دیا وہ بھی حدیث ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خصوصیات ہیں وہ بھی سب احادیث ہیں۔ اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان عامل سنت تو ہو سکتا ہے کیونکہ سنت کا مفہوم ہی یہی ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے لیکن ایک مسلمان کبھی بھی عامل بالحدیث المطلق نہیں

ہو سکتا کیونکہ احادیث میں کچھ امتوں کے اعمال بھی بیان کئے گئے ہیں جن میں سے بعض پر عمل کرنا جائز نہیں ہے احادیث میں وہ اعمال بھی بیان کئے گئے ہیں جن کو بعد میں منسوخ کر دیا مثلاً حدیث میں نماز کے اندر گفتگو کرنے کا بھی ذکر ہے اور سکوت کا بھی، اور ظاہر ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل نہیں ہو سکتا اسی طرح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا بھی ذکر ہے اور ان پر ہمارے لیے عمل کرنا مشروع نہیں ہے۔ اس تفصیل سے آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح ہو گیا کہ تمام احادیث پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ تمام سنتیں پر عمل کرنا ممکن ہے۔ اس لیے ایک مسلمان اہل سنت تو ہو سکتا ہے بلکہ حدیث نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں حدیث پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے مثلاً فرمایا: "فليبلغ الشاهد الغائب. یعنی مجھ سے حدیث سننے والا بعد والوں کو میری احادیث پہنچا دے۔" اس کے برخلاف سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً فرمایا:

- ① عليكم بسنتي بئني ميرى سنت پر عمل کو لازم رکھو۔  
 ② من رغب عن سنتي فليس مني بئني یعنی جس نے میری سنت سے مٹنے موڑا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔  
 ③ من احبني سنة من سنتي قد اُميتت بعدى فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئاً بئني یعنی جس شخص نے میری کسی ایسی سنت پر عمل کر کے اس کو زندہ کیا ہو جس کو لوگ ترک کر چکے ہوں تو اس سنت پر عمل کرنے والے کو بعد کے تمام لوگوں کا اجر ملے گا اور ان کے اجر میں بھی



کمی نہیں ہوگی۔

**بہر حال** روایت اور روایت ہر دو طریق سے واضح ہو گیا کہ ایک مسلمان اہل سنت ہو سکتا ہے لیکن باعتبار عمل اہلحدیث نہیں ہو سکتا۔

**غلط فہمی کا ازالہ** بعض کتب حدیث یا شروح کتب حدیث یا موضوع حدیث سے متعلق کسی کتاب میں اہلحدیث کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ اہل حدیث کسی مسلک کا عنوان ہے یا اس کے حاملین کا نام ہے بلکہ اس جگہ اہل حدیث سے حضرات محدثین مراد ہیں یعنی وہ لوگ جو مشغول بالحدیث ہوتے ہیں اس قسم کی کسی کتاب میں لفظ اہلحدیث سے عامل بالحدیث مراد نہیں ہوتا بلکہ لفظ اہل حدیث سے مشغول بالحدیث ہی مراد ہوتا ہے۔

## مسلک اہل سنت و جماعت کی خصوصیات

مشکلیں نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں:

① عقائد قطعیہ اور ② عقائد ظنیہ۔

اس اعتبار سے حضرات اہل سنت و جماعت کی اصول و فروع میں جو خصوصیات ہیں ان کا یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

① **عقائد قطعیہ** اللہ عزوجل کی ذات کو وجوب وجود، استحقاق عبادت اور استقلال بالصفات میں واحد بلا شریک

ماننا، اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے حسن و کمال کو واجب اور نقص اور عیب مثلاً کذب (جھوٹ) اور جہل کو محال ماننا یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور وہ کسی فعل پر مجبور نہیں، اس کا نیکو کاروں کو ثواب عطا فرمانا محض اس کا فضل ہے، اور عذاب دینا اس کا عدل ہے، تمام فرشتوں تمام کتابوں، انبیاء اور رسل پر ایمان لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری

ی ماننا، قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا پر ایمان رکھنا، مرتکب کبیرہ گناہ کو مسلمان اور قابل عفو سمجھنا، انبیاء اور ملائکہ معصوم ہیں ان کے سوا کسی کی عصمت ثابت نہیں وغیرہ۔

② **عقائد ظنیہ** انبیاء کی ملائکہ پر فضیلت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے تمام اعمال پر گواہ ہونا جس کو حاضر و

ناظر سے تعبیر کیا جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء سے افضل ہونا حضور پر نور کا اطلاق کرنا، حضور کا سایہ نہ ہونا، حضور کو شریعی اور تکوینی امور کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفوض کیا جانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا عالم جاننا، حواشی اور مشکلات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد اور یا رسول اللہ کہنے کو جائز سمجھنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا اور آخرت میں شفاعت کو جائز سمجھنا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر افضلیت اور خلفاء راشدین کی خلافت علی الترتیب کو حق اور فضیلت کا معیار سمجھنا، خلیفہ کے تقرر کو حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق جائز سمجھنا، موزوں پر مسح کرنا، تمام صحابہ، ازواج مطہرات، آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سادات کرام اور اولیاء اللہ کا تعظیم سے ذکر کرنا، اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا، ان کے توسل سے دعا مانگنا۔ ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں مثلاً سوئم، چلم، عرس وغیرہ بطور استحباب کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بعنوان میلاد شریف بطور استحسان کرنا، پانچ وقتہ نمازوں اور حجہ کے بعد استحباباً صلوٰۃ و سلام پڑھنا، وغیرہ من الاعمال الفرعیۃ۔

امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ امام مالک متوفی ۱۷۹ھ امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

یہ تمام ائمہ کرام مسلک اہل سنت و جماعت کے حامل تھے۔ سواد اعظم کی اکثریت انہی کے ساتھ تھی مذکورۃ الصندرا اصول اور فروع میں یہ تمام



ائمہ متفق تھے۔ بعض فقہی جزئیات میں ان ائمہ کا اختلاف تھا یہ اختلاف بالکل نیک نیتی کے ساتھ تھا یہ وہی اختلاف ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِخْتِلَافُ اُمَّتِي رَحْمَةٌ" یعنی میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ اس اختلاف کا ایک عام سبب یہ تھا کہ ہر امام کا ایک الگ اصول تھا مثلاً ایک مسئلہ میں اگر متعدد، مختلف اور متعارض احادیث وارد ہوں تو اس صورت میں امام شافعی قوتِ سند کے اعتبار سے فیصلہ کرتے ہیں۔ امام مالک اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس پر اہل مدینہ کا تعامل ہو۔ امام احمد بن حنبل ایسی صورت میں متقدمین کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ ایسی صورت میں تمام متعارض احادیث کو سامنے رکھ کر منشاء رسالت تلاش کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو ایسی صورت اختیار کرتے ہیں جس میں تمام متعارض احادیث جمع ہو جائیں اور ہر حدیث کا الگ الگ محل متعین ہو جائے۔

**اسلام کے متعدد مشہور فرقے** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اوائل میں تمام ملتِ اسلامیہ ایک مرکز اور ایک مسلک پر جمع تھی اور یہ تمام حضرات مسلکِ اہل سنت و جماعت کے حاملین تھے پھر بعد میں لوگ نئے عقائد کو وضع کر کے اہل سنت سے علیحدہ ہوتے رہے۔

**خوارج: جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو آدمیوں کو حکم (ثالث) مقرر کرنے پر رضا مندی سے ایک گروہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ خلیفہ کے بجائے انسانوں کو فیصلہ کرنے والا مان کر آپ کافر ہو گئے (العیاذ باللہ) اس کے بعد ان لوگوں کے مزاج میں بدترج شدت آتی گئی یہ لوگ خوارج کہلائے ان کے خاص خاص نظریات تھے:**

① ان لوگوں کے نزدیک حضرت عثمانِ اخیر عہد میں عدل و انصاف سے منحرف ہو گئے، حضرت علی مرتکب کبیرہ ہو کر کافر قرار پائے۔ جنگِ جمل

اور جنگِ صفین میں شامل ہونے والے لوگوں کو یہ گناہ عظیم کا مرتکب جانتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

② یہ لوگ قانونِ اسلامی کی اساس صرف قرآن کریم کو جانتے تھے اور حدیث کو حجت نہیں مانتے تھے۔

③ ان کے نزدیک جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بلا توبہ مر جائے وہ کفر ہے۔

④ خوارج اپنے سوادِ سرِ تمام مسلمانوں کو کافر گردانتے تھے ان کے قتل کو جائز اور ان کا مال لوٹنا مباح سمجھتے تھے۔

**شیعہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی ابتداءً شیعیان علی کہلاتے تھے لیکن یہ لوگ بدرِ تبج اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نکل کر ایک الگ فرقہ کی شکل اختیار کرتے گئے ان کے مخصوص عقائد درج ذیل ہیں:

① امام (خلیفہ) کا مقرر کرنا اُمت کے انتخاب کی طرف مفوض نہیں ہے بلکہ رسول کافر ص ہے کہ وہ امام کو مقرر کر کے جائے،

② ان کے نزدیک امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ ہر امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کرے۔

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ امام معصوم اور منصوص جانتے ہیں اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو باطل اور ان کو غاصب قرار دیتے ہیں۔

(العیاذ باللہ تعالیٰ)

④ چند صحابہ کے سوا باقی تمام صحابہ کو کافر، مرتد اور منافق خیال کرتے ہیں اور ان کو سب و شتم کرنا عبادت گردانتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

⑤ شیعہ حضرات کے بہت سے فرقے ہیں ان میں سے بعض قرآن کریم میں تحریف کے موقد ہیں۔ شیعہ حضرات سوادِ اعظم اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز کو جائز نہیں سمجھتے، اور شیعہ تخصیص حضرت



علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

**فرقہ ظاہری :** (غیر مقلدین) اس فرقہ کے بانی ابوسلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہری تھے۔ داؤد ظاہری ابتداءً اہم شافعی کے حامی تھے بعد میں انہوں نے اپنا ایک مذہب ایجاد کیا جس کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ظاہر کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں اگر نص نہ ملے تو اجماع پر عمل کر لیتے ہیں، اور قیاس کے مطلقاً قائل نہیں ہیں۔ داؤد ظاہری بعض فقہی مسائل میں جمہور سے منفرد ہیں مثلاً :

- ① طلاق صرف ان لفظوں سے واقع ہوتی ہے "طلاق اور فراق"
- ② تین طلاقیں اکٹھی بیک وقت دی جائیں تو وہ ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔
- ③ اگر کوئی شخص بیوی کی عدم موجودگی میں اسے طلاق دے تو واقع نہیں ہوگی۔

داؤد ظاہری کے پیروکاروں میں آہستہ آہستہ شدت آتی گئی حتیٰ کہ بعد میں غیر مقلد حضرات علی الاعلان تقلید شخصی کو حرام کہنے لگے۔

**وہابیت :** محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ مسلمہ کذاب کی جلّے پیدائش "عینہ" میں پیدا ہوئے ان کے مزاج میں بہت شدت تھی انہوں نے اپنے زمانے کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ چھ سو سال قبل یہ امت کفر اور شرک میں مبتلا ہے جس شخص سے بیعت لیتے اس سے اقرار کرتے کہ وہ بھی کافر ہے اور اس کے کیا و احباب بھی کفر پر مرے انہوں نے صحابہ کرام کے مزارات منہدم کر دیئے اور ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی چنانچہ علامہ علی طنطاوی متوفی ۱۳۵۸ھ نے لکھا ہے : اہا محمد فہو صاحب الدعوة التي عرفت بالوہابية . یعنی محمد بن عبدالوہاب شیخ نجدی نے جس تحریک کی طرف دعوت دی وہ عرف عام میں وہابیت

کہلائی۔ اس مذہب کی چند خصوصیات یہ ہیں :

- ① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء اور رسل کے وسیلہ سے دعا مانگنا کفر ہے۔
- ② یا رسول اللہ کہنا اور انبیاء و رسل سے استمداد کرنا شرک ہے۔
- ③ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے وہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس شخص کو قتل کرنا اور اس کے اموال کو لوٹنا جائز اور مباح ہے۔

اسماعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" متوفی ۱۸۳۱ء مسلک غیر مقلد تھے انہوں نے ہندوستان میں شیخ نجدی کے افکار کو پھیلا یا چنانچہ مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے :

"جس نے کسی کام میں فیصل ہونے پر افسوس نہیں کیا اور ہمیشہ اپنا کامل بھروسہ خداوند حقیقی پر رکھا، وہ پیارا شہید تھا جس نے ہندوستان میں عبدالوہاب کی طرح شریعت محمدی کا ٹھنڈا خوشگوار شربت ہندوستانی مسلمانوں کو پلا پالیا۔"

چنانچہ ہندوستان کے تمام غیر مقلدین نے مسلک وہابیہ کو اپنا لیا اور اب یہ لوگ اپنے آپ کو خود وہابیہ سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے اپنے مسلک کی وضاحت میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام انہوں نے "ترجمان وہابیہ" رکھا۔ دیوبند : قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔ نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور اسماعیل دہلوی کے افکار سے متاثر تھے۔ اس لیے ان کا وہابی عقائد



سے متاثر ہونا ناگزیر تھا اور خود مولوی رشید احمد گنگوہی بھی یہ لکھ گئے ہیں کہ: "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو دہائی لکھتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں؟ ان کی چند خصوصیات یہ ہیں:-

① حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور محبت کے سبب آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے جس قدر مستحب کام کئے جائیں نا تو توی صواب ان سب کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں۔

② سواد اعظم اہلسنت وجماعت بریلوی کی اقتداء میں نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

③ فروع میں بالعموم مسلک حنفی کی پیروی کرتے ہیں لیکن بعض جزئیات میں غیر مقلدین کے ہم نوا ہیں مثلاً غائب کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔

## مولوی رشید احمد گنگوہی کے خیالات

① عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع (ناجائز کام) نہ ہو مگر اہتمام و بداعی (لوگوں کو بلانا) اس میں بھی موجود ہے لہذا اسی زمانہ میں درست نہیں و علیٰ لہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے بلکہ

② انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے بداعی (لوگوں کو بلانا) امر مندوب (مستحب اور نیک کام) کے واسطے منع ہے بلکہ

فتاویٰ رشیدیہ میں یہ سوال و جواب بھی درج ہیں: سوال: محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف و کثاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ (جھوٹی اور جعلی) نہ ہوں اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے بلکہ سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعرس اور مولود درست نہیں ہے بلکہ

"عرس وغیرہ کو اچھا جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے" شیطان اور ملک الموت کے لیے وسیع علم ثابت ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا علم ثابت نہیں بلکہ فتاویٰ رشیدیہ میں یہ سوال و جواب لکھا ہے:-

سوال: دہائی مذہب یہ کون سا فرقہ ہے مردود ہے یا مقبول، اور عقائد ان کے مذہب والوں کے مطابق اہل السنۃ والجماعت ہیں یا مخالف، کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟ جواب: اس وقت اور ان اطراف میں دہائی متبع سنت اور نیکار کو کہتے ہیں بلکہ

عرس کا التزام کرے (ہمیشہ باقاعدگی سے کرے) یا نہ کرے بدعت و نادرست (ناجائز) ہے تعین تاریخ سے (تاریخ مقرر کر کے) قبروں پر

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۷ ایضاً ص ۲۶۹ ۲۔ ایضاً ص ۲۲۷ ۳۔ ایضاً ص ۲۲۷ ۴۔ برائین قاطعہ ص ۵۲ از مولوی خلیل احمد انبیٹھی ۵۔ ایضاً ص ۴۰۵۔

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۱ ۲۔ ایضاً ص ۴۱۰ ۳۔ ایضاً ص ۴۲۶۔



اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں۔  
محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ  
ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا، دودھ  
پلانا سب نادرست رہنا جائز اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں بلکہ  
ہندوؤں کی ہولی و دیوالی کا یہ قبول کرنا درست ہے۔  
سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر  
کو کھلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا  
استاذ و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے بلکہ

سوال: ہندو جو پیاد پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ خرچ کر کے  
مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس پیاد سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے (درست ہے)  
تو یہ تھی علماء دیوبند کے عقائد اور خیالات کی ایک جھلک اور اب  
کچھ جماعت "اسلامی" کے عقائد و خیالات بھی پڑھ لیجئے۔

① نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت  
بڑا گناہ ہو گیا تھا۔

② اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریکے  
رہزنی کے خطرات پیش آئے ہیں چنانچہ حضرت داؤد جیسے جلیل القدر  
پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ لا تتبع الہوی بلکہ

③ تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس علیہ السلام کی تفصیلات  
پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام  
سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں  
نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔

④ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید  
دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ  
میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں  
کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا بلکہ

⑤ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا  
اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ کے  
سخن ساز یوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف  
کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی مانا جائے  
اور حضرت علیؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"اس کے بعد بدتر کچ وہ لوگ ان کے ہاں اقرب حاصل کرتے چلے گئے  
جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرتے اور بالآخر انہیں  
شہید کرنے کے ذمہ دار تھے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ  
نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابوبکر کو گورنری کے عہدے تک دے دیئے۔  
قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو  
معلوم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صریحاً ایک کام نظر  
آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

۱۔ تفہیم القرآن سورہ یونس ۲۔ رسائل و مسائل حصہ اول۔

۳۔ خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶ ۴۔ ایضاً ص ۱۲۶۔

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۳۰ ۲۔ ایضاً ص ۳۳۵ ۳۔ ایضاً ص ۲۴۳۔  
۴۔ ایضاً ص ۲۴۳ از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ۵۔ رسائل و مسائل از  
مودودی صاحب ج ۱ ص ۲ طبع دوم ۶۔ تفہیمات مصنف مودودی صاحب ج ۱ ص ۱۱۶ طبع ۵



## مختلف فرقوں کی آپس میں معاشرت و رواداری

یوں مذہب اور دین سے کسی کا دل بے زار ہو تو خیر دوسری بات ہے لیکن لڑائی جھگڑوں کا الزام مذہب کے سرمنڈھنا کہ سارے رگڑے جھگڑے مذہب ہی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی بے سرو پا الزام کی تہمت جوڑ کر سرے سے مذہب ہی کے ختم کر دینے کا دوسو سہ جن دلوں میں پیدا ہو رہا ہے ان کو بجائے بہکنے کے ٹھٹھک کر ذرا واقعات پر نظر رکھتے ہوئے رائے قائم کرنی چاہیے۔

مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا ذکر کر کے کسی نئے فرقہ کی بنیاد قائم کرنے کا کچھ دنوں سے عام دستور ہو گیا ہے۔ ماتم کرنے والے پہلے امت مرحومہ کے انتشار و تشنّت کا مرثیہ پڑھتے ہیں اور اپنی ان ہی سینہ گویوں، نوخر خوانیوں کے ہنگاموں میں ماتم سراؤں کا یہ گروہ شعوری یا غیر شعوری طور پر چاہتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے پھاڑ کر کسی ٹولی یا ٹکڑی کو اپنے اوپر جمع کر لے۔

ذرا آئیے اور دیکھئے کہ تقریباً ایک ارب سے زیادہ تعداد والی برادری مسلمانوں میں جو اہل سنت والجماعت کے نام سے پائی جاتی ہے ان سنی مسلمانوں میں، اس میں شک نہیں کہ بعض علاقوں کے مسلمان حنفی کہلاتے ہیں اور بعض کے شافعی، ان میں کچھ مالکی کے نام سے موسوم ہیں اور ان ہی میں بعضوں کو حنبلی بھی کہتے ہیں، لیکن بلاشبہ سنی مسلمانوں میں ان چار ناموں کے مسلمان باقی رہ گئے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ صرف نام ہی کا یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ ان چاروں طبقات کے دینی کاموں میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں اور کافی اختلافات، لیکن سوال یہ ہے کہ ان اختلافات کی بنیاد پر سنی مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنے دین کو کیا

دوسرے گروہ کے دین سے کبھی کسی زمانہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی جدا کیا جدا سمجھا ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ ان بزرگوں کے باہمی تعلقات اور آپس میں احترامی حسن سلوک کا تو عالم یہ تھا کہ امام شافعی، امام مالک (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے تلمیذ رشید تھے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رکاب تھام کر بغداد کے بازاروں میں گھومتے تھے اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی سے کتنا علم حاصل کیا اور کیا کیا سیکھا۔ فتاویٰ شامی میں علامہ ابن حجر شافعی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

”فلان العقیان“ میں لکھا ہے کہ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ علماء کے سردار ہیں؟

حضرت شفیق بلخی نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اعلم الناس، اور ع الناس، ابدال الناس اور اکرم الناس تھے۔

اور تاریخ ابن خلقان میں لکھا ہے کہ مانے ہوئے محدث یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ میرے نزدیک فقہ میں سے ابو حنیفہ کی فقہ عمدہ ہے۔ اور اہلبیت کے مشہور امام حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر امام ابو حنیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم میرے نانا کی گمشدہ سنت کو زندہ کر دو گے جیسا کہ ابو الحسن بن علی کی اسناد سے تحفہ اشنا عشریہ کے باب گیارہ کے خاتمہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے نقل کیا ہے۔ اور خود حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی حاجت و مشکل پیش آتی ہے تو امام ابو حنیفہ کی قبر پر چلا جاتا ہوں



اور وہاں پر خدا کے لیے دو رکعت نفل پڑھ کر امام صاحب کی روح کو ہدیہ کر کے اللہ کی جناب میں ان کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو میری وہ حاجت پوری اور مشکل حل ہو جاتی ہے، اور پھر لکھا ہے کہ امام شافعی جو رکوع کے وقت رفع یدین (بائیں ہاتھ اٹھانے کے قائل تھے) امام صاحب کے مزار کے قریب جا کر نماز میں رفع یدین امام صاحب کے مذہب کا لحاظ کرتے ہوئے نہیں کیا کرتے تھے بلکہ سبحان اللہ کتنا احترام تھا اور کیسا کچھ ادب اور لحاظ۔

اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ ایک حنفی مسلمان جب امام شافعی کا ذکر کرتا ہے تو امام ہی کے لفظ سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ امام مالک کا نام امام کے لفظ بغیر لے نہیں سکتا امام احمد بن حنبل کی داستان صبر و ابتلاء کو سن کر حنفی مسلمان بھی اسی قدر آب دیدہ ہو جاتا ہے جتنا متاثر خود کوئی حنبلی مسلمان ہو سکتا ہے اور یہی کیا کون نہیں جانتا کہ تمام حنفی مسلمانوں کے نزدیک خدا رسیدہ بزرگوں میں احترام کا جو مقام ایک حنبلی بزرگ کو حاصل ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ یونہی حجت الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، فخر الاسلام امام رازی باوجود شافعی المذہب ہونے کے حنفیوں کے بھی، مالکیوں کے بھی، حجت الاسلام اور

۱۔ اس بات سے آج کل کے غیر مقلد حضرات خصوصی طور پر سبق لیں کہ وہ وقت کا امام تو دوسرے امام کی برزخی زندگی کا اتنا احترام کرتا ہے کہ اس کی قبر پر بھی اس کے مسلک کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ حضرات اتنے دیدہ دلیر اور اُجڑ ہیں کہ بھری مسجد میں اکیلے ہی رفع یدین اور آمین بالجہر کر کے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعد میں اکثر اوقات جھگڑے کی صورت میں اپنی مرتبت بھی گداتے ہیں۔

۲۔ یعنی حضرت غوث اعظم قطب الاقطاب حضرت شیخ عبد القادر گیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ حنبلی مذہب رکھتے تھے۔

فخر الاسلام ہیں اور حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی ہونے کے باوجود سارے اسلامی طبقات میں مقبول ہیں، اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پاک و ہند میں تو صرف حنفی مسلمان دین کا مجدد تسلیم کرتے ہیں لیکن پاک و ہند سے باہر نکل کر عراق میں، شام میں، عرب میں، لاکھوں کی تعداد میں شوافع، مالکیہ، حنابلہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے آپ کو مل جائیں گے۔

سچ پوچھئے تو دینی اختلافات کا یہی رنگ مسلمانوں میں ایسا ہے جسے نہ سیاسی عوامل و مؤثرات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ باہر سے درآمد شدہ جراثیم سے اس کا تعلق ہے بلکہ صحیح معنوں میں اندرونی اسباب ہی پر اس کی بنیاد قائم ہے۔ کچھ روایات اور زیادہ تر اسلامی کلیات کے تفصیلی نتائج اور استنباطی مسائل کے اختلاف سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ الکتاب یعنی قرآنی مطالبات۔ الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الصوم، والحج وغیرہ وغیرہ کی تعبیلی شکلوں کو کر کے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دکھایا تھا ان کی روایت کرنے والے بزرگوں کے علم و فہم کے اختلاف سے روایتوں میں تھوڑا بہت اختلاف پیدا ہوا، ابتداء اسلام میں ان روایتوں کو جن لوگوں نے منقح کرنا چاہا اور اس کے ساتھ اسلامی کلیات سے جو نتائج حسب ضرورت نکلتے رہے، ان میں نتیجہ نکالنے والوں کے علم و فہم کے اختلافات سے یہی اختلاف کی ناگزیر صورتیں جو پیش آئیں، کلیۃً اندر کی ان ہی دو باتوں پر ہر حال اس اختلاف کی بنیاد قائم ہے اس معاملے میں، صلوٰۃ کسوف کی ایک مثال سامنے رکھ کر بات کو سمجھئے۔

محضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت **نماز سورج گرہن** ابراہیم کی وفات والے روز سورج گرہن ہوا اور یہ نماز پڑھی گئی۔ اب اس نماز میں روایت کرنے والے ایک



سے پانچ رکوع تک ایک ہی رکعت میں روایت کرتے ہیں۔ امام شافعی  
فی رکعت دو رکوعوں کے قائل ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ دوسری نمازوں  
کی طرح فی رکعت صرف ایک ہی رکوع کے قائل ہیں۔ اور امام مالک اور  
امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ اگر کسوف شمس یعنی سورج  
گرمین میں طول ہو مطلب یہ کہ زیادہ دیر تک رہے تو تین تین رکوع ہر  
رکعت میں جائز ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان روایات کے اختلاف  
کی آخر وجہ کیا ہے تو وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ موسم سخت گرم تھا جس  
کی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غشی طاری ہو گئی۔ نماز  
لمبی تھی اور اس میں یہ بھی ہے کہ لا نسמע الا صوتا یعنی نماز سے  
صحابہ کہتے ہیں کہ ہم صرف آواز ہی سن رہے تھے اور خود حضور اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم ہمیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ پھر اس نماز میں آپ نے جنت  
اور دوزخ کو بھی دیکھا دیکھ کر آپ تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ اور تکبیر  
یعنی اللہ اکبر پڑھتے تھے جس کی وجہ سے ان حضرات نے متعدد رکوع سمجھ  
لیے اور پھر متعدد رکوعات والی روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں اب  
حضرت عائشہ نبی بی ہیں اور ابن عباس بچے تھے تو یہ دونوں کھلی صفوں  
میں ہی ہوں گے صحیح حال تو ان کو معلوم ہو گا جو پہلی صف میں تھے، غرضیکہ  
بعد میں آنیوالے لوگوں میں اختلاف اختلافی روایات کی وجہ سے رونما ہوا  
اور روایات کے اختلاف کی وجہ بھی کئی ہیں جن میں سے ایک وہ  
جواب بھی عرض کی گئی۔

اور یوں تو اس راہ میں کام کرنے والوں کی کافی تعداد اسلام کی ابتدائی  
صدیوں میں پائی جاتی تھی لیکن گھٹ گھٹا کر، مٹ مٹا کر چار بزرگوں کی  
خدمات کو مختلف اسباب و وجوہ سے غیر معمولی حسن قبول حاصل ہوا کتابوں

میں ان کی تنقیح شدہ نتائج مدون ہوئے۔ اُمت میں ان ہی کتابوں کی  
اشاعت ہوئی اور ان ہی کے اسماء گرامی کی طرف چاروں طریقوں میں سے  
ایک ایک طریقہ منسوب ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتب  
خیال کے ماننے والے حنفی، محمد بن ادریس شافعی کے ماننے والے  
شافعی، امام مالک بن انس کے ماننے والے مالکی، امام  
احمد بن حنبل کے ماننے والے حنبلی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نام سے موسوم ہوئے۔  
تو یہ ہے خلاصہ سنی مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کے قصوں کا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ ان بزرگوں کے اختلافات کی واقعی نوعیت کیا  
ہے۔ حد تو یہ ہے کہ تعلیم و تعلم اور وہ بھی دین کی تعلیم و تعلم، بلکہ اس سے  
بھی آگے بڑھ کر دینی تربیت کے سلسلہ میں پیری و مریدی کے تعلقات  
میں بھی مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ جس سے ہم دینی علوم کی تعلیم  
حاصل کر رہے ہیں یا دینی تربیت کے لیے مریدی کا رشتہ قائم کر رہے  
ہیں وہ حنفی ہے یا شافعی، مالکی ہے یا حنبلی۔ بس جس کے پاس دین  
کا علم پایا گیا اور جس کی صحبت میں دیکھا گیا کہ لوگ دیندار بن جاتے ہیں۔  
ان سے علم بھی مسلمان ہمیشہ حاصل کرتے رہے اور دینی تربیت بھی  
ان سے پاتے رہے۔ اول سے آخر تک مسلمانوں کی یہی تاریخ رہی ہے۔  
یہی کیا جاننے والے جانتے ہیں کہ اندرونی اختلافات کے ان قصوں  
میں بسا اوقات یہ صورت بھی پیش آئی ہے کہ کسی امام کے نقطہ نظر سے  
وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن دوسرے امام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا مثلاً بدن  
سے خون نکلے یا نکسیر بھوٹے یا کچھنا لگا یا جلٹے۔ مؤرخین نے لکھا ہے  
کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کے قائل تھے کہ خونسے  
نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بغیر تازہ وضو کے نمازی کی نماز درست  
نہ ہوگی۔ باوجود اس کے ان سے کسی نے پوچھا کہ ایسا آدمی جس کے بدن



سے خون نکلا اور تازہ وضو کئے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو ہم اس کے پیچھے کیا نماز پڑھ سکتے ہیں۔ آپ نے غضبناک ہو کر پوچھنے والے سے فرمایا کہ: "بُئِیْضًا لَا اُصَلِّیْ خَلْفَ سَعِیْدٍ" یعنی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کیسے نہ پڑھوں گا۔

مطلب آپ کا یہ تھا کہ خون نکلنے سے حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور ساری اُمت میں صحابہ کے بعد ان ہی سعید بن المسیب کو افضل التابعین قرار دیا گیا ہے پھر کیا ان کے پیچھے نماز درست نہ ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ گو خود امام احمد کی تحقیق یہی تھی کہ خون نکلنے سے وضو ساقط ہو جاتا ہے لیکن بایں ہمہ جو کہتے تھے کہ نہیں ٹوٹتا ان کو بھی گمراہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس قابل سمجھتے تھے کہ ان کے پیچھے بھی تازہ وضو کئے بغیر نماز ہو جاتی ہے اور ان کا خیال یہی تھا کہ دینی تحقیق سے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہوں گے جبکہ دین ہم سب کا ایک ہی ہے۔ یونہی دیکھئے کہ خود امام مالک نے ایک سے زیادہ دفعہ عباسی حکومت کے خلفاء کو اس ارادہ سے روکا کہ امام مالک ہی کے فقہی نتائج کا سارے مسلمانوں کو بزور حکومت پابند بنایا جائے بلکہ اس کے مقابلہ میں امام نے مطالبہ کیا کہ جس علاقہ کے مسلمانوں میں جن علماء کے فقہی نتائج پھیل چکے ہیں ان کو خواہ مخواہ ان سے ہٹایا نہ جائے کیونکہ وہ بھی دین ہی کی ایک شکل ہے اور بلا وجہ لوگوں میں وحشت و نفرت کے جذبات کیوں اُجھارے جائیں۔ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز نے بھی گشتی فرمان جاری کیا تھا کہ جس علاقہ میں لوگ جن ائمہ کے اقوال پر عمل کر رہے ہیں ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ان ہی عمر بن عبدالعزیز کے ایک فرمان کا ترجمہ یہ ہے:

"ان اختلافات کی وجہ سے دین میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ میں دین کی راہ میں اس کو تمام قیمتی چیزوں میں بڑی غیر معمولی چیز سمجھتا ہوں۔ وہ بڑی ناپسندیدہ حالت ہوتی کہ اس قسم کے مسائل میں لوگ کسی ایک ہی پہلو پر سمٹ جاتے۔" (مسند دارمی مطبوعہ ہند ص ۵۸ وغیرہ)

اور مشہور محدث و فقیہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ان لوگوں کو لوک دیا کرتے تھے جو ائمہ اجتہاد کے ان فقہی اختلافات کو اختلافات کے نام سے موسوم کرتے اور ہدایت کیا کرتے کہ "بھائی یوں کہا کرو کہ علماء نے مسلمانوں کے لیے یہ گنجائش اور فراخی دین میں پیدا کی؟"

اور یہ خیال کچھ اگلے بزرگوں ہی کا نہ تھا بارہویں صدی ہجری میں فتاویٰ کی آخری کتاب حنفی فقہ کی جیسا کہ جانتے والے جانتے ہیں کہ شامی ہے۔ اب اس کتاب کے شروع میں بھی فقہی اختلافات کے متعلق یہی نقطہ نظر اختیار کیا گیا ہے کہ مشکلات میں مسلمانوں کے لیے ان ہی اختلافات کی بنیاد پر آسانی کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ استدلال میں فتاویٰ تاتار خانہ سے جو متحدہ ہندوستان میں تاتار خان تغلیوں کے وزیر کے حکم سے مدون کیا گیا تھا۔ اس کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

فَانْ فِيْ اخْتِلَافِ اَئِمَّةِ الْهُدٰی تَوْسِعَةٌ لِلنَّاسِ ۝۳۳ یعنی ائمہ ہدیٰ، ہدایت کے اماموں (اہل السنّت کے ائمہ مجتہدین) کے اختلافات سے درحقیقت لوگوں کے لیے گنجائش پیدا ہوتی ہے۔

حالانکہ کچھ زمانہ کے فقہاء سخت گیری اور تشدد میں مشہور ہیں، لیکن شامی تک میں فخر الاممہ صاحب "معراج الدرایہ" کے اس قول کو نقل کر کے سہل ہے کہ: "فقہاء کے مختلف اقوال میں سے کسی قول پر مسلمانوں کی آسانی کے لیے ضرورتاً فتویٰ دیا جائے تو یہ اچھی بات ہوگی بلکہ

مطلب یہی ہے کہ عام حالات میں تو اس کی اجازت نہیں لیکن اگر کوئی مسلمان کسی دشواری میں مبتلا ہو گیا ہو اور اس کے لیے اس سے رہائی کی اور کوئی صورت نہ ہو تو پھر ایسے مجبوری اور ضرورت شدیدہ کے وقت جو کہ فی الواقع ضرورت ہو

دیکھئے میزان الکبریٰ للامام الشیرازی ص ۲۱، جو اس موضوع پر بڑی گہرہ کتاب ہے۔  
۳ شامی ج ۱ ص ۶۹۔



اور محض نفس کی آسانی کے لیے ضرورت گھڑنے لگی ہو تو ان حالات میں اگر ضعیف اور مرجوح اقوال کی پشت پناہی میں جو کہ بظاہر ضعیف اور مرجوح ہی کیوں نہ ہوں کسی مصیبت زدہ کی امداد کرنا علماء کے لیے باعث اجر و ثواب ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ عام حالات میں بغیر کسی سخت مجبوری کے کسی ضعیف یا مرجوح قول پر عمل کرنا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔

بہر حال تفصیلات کے لیے مطولات اور بڑی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے خصوصاً علامہ عبد الوہاب شمرانی مالکی کی کتاب "المیزان الکبریٰ" کا مطالعہ ان لوگوں کے لیے مفید ہوگا جو انہی فقہی اختلافات کا تذکرہ کر کے دین سے دلوں میں بیزاری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ان کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ اس قسم کے اختلافات سے مسلمانوں کے ارباب تحقیق کا فیصلہ یہ ہے کہ "ان ائمہ میں جو بھی اپنے اجتہاد اور کوشش سے جس نتیجہ پر پہنچا ہر نتیجہ درست اور صحیح ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "عقد المجید" میں لکھا ہے کہ "امام ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی اور ان سے پہلے قاضی ابویوسف اور محمد بن حسن، ابن شراح اس خیال کو ظاہر کر چکے ہیں یعنی یہ کہ ہر پہلو ان اختلافی مسائل کا صحیح اور درست ہے۔"

شاہ صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ: جمہور متکلمین اشاعرہ اور معتزلہ دونوں ہی کی طرف سے خیال کتابوں میں منسوب کیا گیا ہے۔ مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے ارقام فرمایا ہے کہ ان اختلافات کی مثال ایسی ہے جیسے حدیثوں میں آیا ہے کہ: "أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَافٍ" یعنی قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے

زحاشیہ صفحہ سابقہ ۲۰ شامی ج ۱ ص ۶۹۔

۲۰ عقد المجید ص ۱۱۔

زحاشیہ صفحہ موجودہ ۱۰ در مختار

تشریحوں کی مختلف شکلوں کو جیسے ہم صحیح سمجھتے ہیں اجتہادی مسائل کے اختلافات کے ہر پہلو کو صحیح قرار دینے میں کیا دشواری پیش آئے گی۔ تقلید تو کوئی شے نہیں کہ لوگ کسی ایک امام کی ہی کرتے رہے ہیں اور اس صورت کو بھی فقہاء نے جائز قرار نہیں دیا کہ اپنے نفس کی آسانی کے لیے اور ذاتی فائدہ کے لیے کبھی کسی امام کے مذہب پر عمل اور کبھی کسی دوسرے امام کے مذہب کو اپنے عمل کے لیے منتخب کر لیا کہ اسے اصطلاح فقہ میں تلیق کہتے ہیں جو کہ ناجائز ہے کیونکہ نفس اپنی آسانی اور خواہش کا بندہ اپنی منفعت اور مفاد کا خیال رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود احرامی تعلقات اجتہاد و تفقہ کے سارے ائمہ کے ساتھ انہوں نے مسلسل باقی رکھے ہیں اور سب ہی کو مقبولان حق اور دین کے راست باز پیغمبر کے وفادار بزرگوں میں شمار کرتے رہے ہیں۔

اور یاد رہے کہ یہ بات ائمہ اربعہ کے مقلدین اور چاروں فقہ میں سے کسی ایک فقہ کے ماننے والوں سے متعلق ہے۔ دوسرے حضرات سو وہ اگر تشدد لوگوں کی طرح مسلمانوں کو معمولی باتوں پر کافر و مشرک اور گمراہ قرار نہ دیتے ہوں اور بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توہین و گستاخی کے مرتکب نہ قرار پائے ہوں تو ان کے ساتھ بھی یہی روش اور طریقہ اختیار کیا جائے گا اور اس معاملہ میں وسعت قلبی اور وسیع النہالی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔

## بزرگان دین کی وسعت قلبی وسیع النہالی ملاحظہ ہو

① سیدنا امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی اُمّ الحسن کا عقد نکاح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ شیعہ مسلک کی مستند تاریخ "ناسخ التواتر" ص ۲۷۱

۱۰ اور صحابہ و اہل بیت۔



ج ۲ میں لکھا ہے۔

(۲) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا پوتا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا داماد تھا جیسا کہ شیعہ مسلک کی مستند کتاب نہج البلاغہ کی شرح ابن حدید ص ۳۵۹ جلد ۳ مطبوعہ بیروت اور شیعہ حضرات کی تاریخ "تاریخ التواتر" ص ۵۳۲ ج ۶ کتاب دوم میں لکھا ہے۔

(۳) حضرت عمر فاروق اعظم حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے داماد تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی بیٹی دختر فاطمہ الزہراء اُم کلثوم کبریٰ کا عقد نکاح اپنی مرضی و خوشی سے حضرت عمر فاروق اعظم کے ساتھ کیا تھا اور ان سے حضرت عمر فاروق اعظم کے دو بچے ہوئے تھے ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی لڑکے کا نام زید تھا اور لڑکی کا نام رقیہ تھا اور اس عقد نکاح کا ذکر کئیوں کی کتاب صحیح بخاری شریف اور دوسری بہت سی کتابوں کے علاوہ شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی مستند کتاب "منہی الآمال" ص ۲۱۱ ج ۱ مطبوعہ ایران (فارسی) اور شیعہ حضرات کی کتب احادیث صحاح اربعہ میں سے "فروع کافی" عربی ص ۱۱۵ ج ۶ مطبوعہ تہران طبع جدید میں بھی یہی کچھ لکھا ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ میں سے یعنی شیعہ مذہب کی حدیث کی ہر چار بڑی صحیح کتابیں ان کے ہاں مانی جاتی ہیں ان میں سے حدیث کی کتاب "الاستبصار" ص ۳۵۲ ج ۳ میں بھی اس عقد نکاح کا ذکر صاف موجود ہے اور شیعہ مسلک کے نور اللہ شوستری نے بھی اس مذکورہ عقد نکاح کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی اپنی کتاب "مجالس المؤمنین" ص ۲۱۳ جلد اول مطبوعہ تہران اور شیعہ مذہب کی دوسری معتبر کتاب مناقب ابن شہر آشوب ص ۲۵۵ طبع جدید۔

اور شیعہ مسلک کی صحاح اربعہ یعنی حدیث کی چار بڑی صحیح کتابوں میں

۱ "تہذیب الاحکام" ص ۳۶۳ ج ۱ مطبوعہ تہران میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت سیدہ اُم کلثوم اور اس کا بیٹا زید جو کہ حضرت عمر فاروق سے پیدا ہوا تھا ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ | جن اُم کلثوم دختر علی المرتضیٰ کا تذکرہ کر بلا کے واقعہ میں ملتا ہے وہ اور تھیں اور جھوٹی تھیں اور یہ سیدہ اُم کلثوم جو کہ حضرت فاطمہ زہراء و علی المرتضیٰ کی ہی بہن تھیں یہ بڑی تھیں جن کا عقد نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا تھا۔ تو دراصل سیدہ فاطمہ اور حضرت علی کی اُم کلثوم نام کی بیٹیاں دو تھیں ایک اُم کلثوم صفریٰ اور دوسری اُم کلثوم کبریٰ۔ واقعہ کربلا میں پہلی شریک ہوئیں۔ اور حضرت عمر کی زوجہ دوسری تھیں۔

شیعہ حضرات کی مستند کتاب "کشف الغمہ" میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے صاحبزادیوں کا تذکرہ اس طرح درج ہے۔ زینب کبریٰ، اُم کلثوم کبریٰ، اُم الحسن، رملہ کبریٰ، اُم لیلیٰ، میمونہ، زینب صفریٰ، رملہ صفریٰ، اُم کلثوم صفریٰ، رقیہ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، اُم المکرم، اُم سلمہ، اُم جعفر حبانہ، ثقیہ اور ایک اور صاحبزادی ہیں جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا ان کے نام کا ذکر نہیں۔

کتب شیعہ میں سے "مناقب آل ابی طالب" میں ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کا نکاح اُم کلثوم کبریٰ سے ہوا تھا اور اُم کلثوم صفریٰ سے شیر بن عباس بن عبد المطلب کا نکاح ہوا ہے۔

اور شیعہ حضرات کی مستند تاریخ "منتخب التواتر" میں مزید وضاحت



ہے کہ: اُمّ کلثوم کبریٰ دختر فاطمہ الزہراء و علی المرتضیٰ کا عقد نکاح حضرت عمر فاروق سے کیا گیا تھا اور دوسری بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُمّ کلثوم حضرت فاطمہ سے نہیں بلکہ کسی دوسری بیوی سے تھیں۔ مگر بلا عقلی کے واقعہ میں ان ہی کا ذکر آتا ہے اور اُمّ کلثوم کبریٰ زوجہ عمر فاروق کا انتقال امام حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مدینہ طیبہ میں ہو گیا تھا اور اسی روز ان کے صاحبزادے زید کا بھی انتقال ہوا، یہ اتفاق کی بات ہے اور شیخ حرّ نے رسائل شیعہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اُمّ کلثوم اور ان کے حضرت عمر فاروق سے فرزند زید کا جنازہ اٹھایا گیا تو جنازہ میں امام حسن، امام حسین، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم شریک تھے معلوم ہوا کہ اُمّ کلثوم کبریٰ واقعہ کربلا میں ہرگز شریک نہ تھیں کیونکہ وہ اس سے پہلے رحلت فرما گئی تھیں وہ مدینہ میں فوت ہو کر وہیں دفن بھی ہوئیں۔

الحمد للہ کہ مستند کتب شیعہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ داماد علی المرتضیٰ شیر خدا ہیں۔

اسب مؤمنین مسلمین خود فیصلہ فرمائیں کہ آپ اپنے دامادوں کو تبرّا بولتے ہیں ان کی شان میں توہین آمیز کلمات کہتے ہیں یا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں یا آپ کے داماد کو کوئی تبرّی بولے اور بڑا کہے تو کیا آپ خوش ہوتے ہیں اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا اور سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء کو راہی کرنا ہے تو پھر سہرا عمر فاروق کو عزت اور رفعت کی نگاہ سے دیکھنا ہوگا اور ان کی تعظیم و توقیر کرنی ہوگی۔

**نعرہ جہد رکی:** حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: میں

لے منتخب التواریخ ص ۱۱۳ مطبوعہ ایران۔

دو شخصوں سے مقابلہ کروں گا ایک تو وہ شخص جو مدعی خلافت ہے حالانکہ اس کا مستحق نہیں ہے اور دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس پر واجب ہے؛ حالانکہ آپ نے صدیق و فاروق سے تو مقابلہ نہیں کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک وہ حضرات مستحق خلافت اور حقدار خلافت اور خلافت کے لیے موزوں ہی تھے تو پھر اب شیعہ حضرات کو سوچ سمجھ کر زبان کھولنی چاہیے کہ کہیں وہ نادان دوستوں میں تو شمار نہیں ہوں گے۔ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اعتراض نہیں کیا اور یہ اب صدیوں بعد اعتراض کر رہے ہیں تو خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر حضرت علی شیر خدا کو یہ کیا کہیں گے کیا وہ معاذ اللہ جھوٹے تھے یا کہ درلوک تھے۔ بات اصل میں کچھ اور ہی ہے اور وہ یہ کہ شیعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ یا دوسرے ائمہ اہل بیت سے کوئی محبت حقیقیہ یا مخلصانہ عقیدت ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ذاتی عناد اور قومی تعصب بھرا ہوا ہے جو ان کو چین نہیں لینے دیتا۔

## شیعوں کے مجتہد علامہ علی حائری کا فتویٰ

**سوال:** شیعہ عورت کا نکاح غیر شیعہ مرد کے سہرا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایسا واقع ہوا ہو تو اس میں طلاق اور عدت کی ضرورت ہے یا نہیں ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ مذہب حق میں حلال زادی قرار دی جائے گی یا حرام زادی؟

**جواب:** اصل بات یہ ہے کہ بالاتفاق نکاح میں کفایت شرط ہے لیکن کفایت کے معنی میں اختلاف ہے۔ کفایت سے اسلام مراد ہونے سے تو



کسی کو بھی انکار نہیں مگر اکثر فقہاء کے نزدیک اسلام کے علاوہ عقائد  
المؤمنون بعظیم اکفاء بعض زوجین کا مومن ہونا بھی شرائط ضروریہ میں  
سے ہے پس فرقہ حقہ شیعہ کے نزدیک شیعہ عورت کا نکاح کسی غیر شیعہ اثنا عشری  
کو وہ مومن نہیں سمجھتے، جو مسلمان کہ غیر اثنا عشری عقیدہ رکھتا ہو شیعوں کے  
نزدیک وہ مومن نہیں مسلمان ہے ایسی صورت میں باوجود عالم بمسئلہ ہونے  
کے اگر ایسا نکاح واقع ہو جائے تو وہ نکاح باطل ہے۔ ان کی اولاد بھی  
شرعاً ولد الزنا ہوگی۔ اگر جاہل بہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے ایسا نکاح ہوا ہو  
تو اولاد ولیدہ شبہ حلال زادی ہے۔ لیکن نکاح دونوں صورتوں میں ناجائز ہو  
گا۔ بعض فقہاء تو ناجائز نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن اگر  
دخول واقع ہو چکا ہو تو عورت کو عدت رکھنا ضروری ہوگا۔ وہاں عالم دین  
مبارک حویلی لاہور، علی الحائری

یہ فتویٰ علی حائری صاحب کے اپنے رسالہ ”النظر“ میں چھپا ہے جو کہ  
شیعی کتب فروش کی دوکان پر بکتا رہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علی حائری صاحب ان نکاحوں کے بارے  
میں کیا کہیں گے جو سید زادیوں کے غیر سیدوں اور غیر شیعوں کے ساتھ ہوتے  
رہے ہیں جن کے حوالے اوپر کی تحریر میں شیعہ کتب سے دیئے جا چکے ہیں اور  
خود حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء کی بیٹی اُم کلثوم  
کا نکاح حضرت عمر فاروق سے برصاء خود کر دیا تھا اور اگر اس کے جواب میں  
شیعہ یہ کہیں کہ یہ لڑکی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی گئی تھی تو پھر اس  
صورت میں حضرت علی حیدر کتار صاحب ذوالفقار تونہ ہوئے بغرضیکہ شیعہ  
قدم قدم پر ائمہ اہلبیت خصوصاً حضرت علی المرتضیٰ کی توہین اور ان کی شان میں  
گستاخیاں کرتے ہیں اب پتہ نہیں یہ لوگ محبت اہل بیت ہونے کا دعویٰ  
کس منہ سے کرتے ہیں۔

ناظرین کرام! یہ دیکھیں گے کہ ائمہ اطہار نے عموماً اور حضرت علی،  
حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خصوصاً اپنی اولاد کے  
نام ابو بکر، عمر، عثمان رکھے ہیں اور ان ناموں کی اولاد کر بلا میں حضرت  
سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید بھی ہوئی۔ کیا ابو بکر  
بن علی، عثمان بن علی و ابو بکر بن حسن، جنہوں نے میدان کر بلا میں حضرت  
سید الشہداء کے ساتھ جان دے کر حق رفاقت ادا کیا، اس کے مستحق نہیں  
کہ ان کا ذکر بھی مجلس عزائیں کیا جائے، لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا  
نام تک بھی کسی نے آج تک سنا ہو۔

یہ ایک ایسی عداوت ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا اور اسی  
قسم کی عداوت کے برخلاف ہم صدائے احتجاج بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ  
یہی ایک بے سود عداوت ہے جس کی وجہ سے اسلام کے دو بڑے گروہوں  
میں نا اتفاقی پیدا ہو گئی ہے اور اب اسے زمانہ میں جی میں ہم آجکل رہتے ہیں جبکہ  
اتحاد و اتفاق ہماری دینی و دنیوی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے، ہمارے  
قومی امور میں حائل ہو کر ذلت و رسوائی کا باعث ہو رہی ہے۔

**جنگ صفین کا واقعہ** | جنگ صفین حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم کے درمیان مشہور لڑائی ہے متعدد  
مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین کے موقع پر دن کے وقت فریقین میں  
جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا  
کر ان کے مقتولین کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا کرتے تھے اور ایک فریق  
کو مسائل کی ضرورت پیش آتی تو دوسرے فریق کے پاس آدمی بھیج کر  
ان کو حل کرواتے یہ ان کے دینی اعتماد کا حال تھا

۱۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔



قیصر روم نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کے اطلاع ہوئی تو انہوں نے قیصر کے نام ایک خط میں لکھا کہ اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کی ٹھان لی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح کر لوں گا، پھر تمہارے خلاف ان کا لشکر روانہ ہو گا اس کے ہر اول دستہ میں میں شامل ہوں کہ قسطنطنیہ کو جلا ہو کو کلمہ بنادوں گا اور تمہاری حکومت کو گاجر مولیٰ کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا یہ

تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ قیصر روم نے حضرت معاویہ کو خط لکھا تھا کہ تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ستا رکھا ہے تمہاری مدد کے لیے میں فوج بھیج دوں، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو لکھا کہ ”اے نصرانی کتے! میرے اور علی کے درمیان جو اختلاف ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے یاد رکھ کہ اگر تو نے حضرت علی کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا تو سب سے پہلے علی کے لشکر کا سپاہی بن کر تیری آنکھیں پھوڑ دینے والا معاویہ ہو گا۔“

اسی طرح حضرت معاویہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اور اگر وہ خون عثمان کا قصاص لے لیں تو اہل شام ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا یہ۔

اب شیعوں اور نیم شیعوں کو دیکھو تو وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کالیلہ کہتے ہیں۔

۱۔ ۲۰۵ مادہ ۲۰۵ مطلقین ۲۰۵ البیہ والہنا یہ ص ۲۵۶ ج ۴۔

## شیعہ مذہب کی ابتداء کیسے ہوئی

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ”مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج للسنۃ“ کے نام سے تالیف فرمایا ہے اس میں انہوں نے علامہ دیلمی کی کتاب ”الہ جالسلہ“ سے نقل کیا ہے کہ رافضیوں کے مذہب کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ چند زندیقوں (بے دینوں) نے اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گمانے اور بدنام کرنے کے لیے مشورہ کیا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیے ان میں سے بعض نے رائے دی کہ مسلمانوں کے نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برا بھلا کہیں، اب ان کی عظمت اور عقیدت گھٹ گئی تو اس کا دین آگے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ہو گی۔ اس پر ان کے سردار نے کہا کہ ایسا کریں گے تو ہم سب قتل کر دیئے جائیں گے کیونکہ مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے، پھر آپس میں مشورہ ہوا کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو برا بھلا کہنا چاہیے اور ان سے علی کی اختیار کی جائے اور ان کو کافر کہا جائے۔ جب اس میں یہ رائے پاس ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب صحابہ و دروغ ہیں۔ پھر یہ کہنے لگے کہ علی نبی تھے جبرائیل سے وحی لانے میں اٹھا ہو گئی، ۱۔

یہ بات اس زمانہ کے زندیقوں نے پھیلائی اور اس کے قبول کرنے والے کچھ لوگ ہو گئے پھر سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے شیعیت اور رافضیت اب مذہب بن گیا ان کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا اور ان کو گالیوں دینا اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنا ہی سب سے بڑا دین ہے زندیقوں نے جو یہ بات پھیلائی تھی درحقیقت اس میں بہت بڑا راز

۱۔ مفتاح الجنۃ ص ۲۵۶ مصنف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔



پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضرات مہاجر کرام رضی اللہ عنہم ہی کتاب اللہ کے نقل کرنے والے ہیں اور انہوں نے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہی سارے دین کی بنیاد ہے۔ ان دونوں چیزوں کے نقل کرنے والوں پر اگر بالفرض اعتماد نہ ہو اور ان کو کافر مان لیا جائے (جیسا کہ رد الفتن و شیعہ کہتے ہیں) تو ان کی نقل کی ہوئی کتاب اور سنت پر کیا بھروسہ ہو گا۔ جب کتاب و سنت ہی محفوظ نہ رہی تو دین کہاں رہا۔ دین حقیقی سے ہٹانے کے لیے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لیے درحقیقت یہ بڑا حربہ ہے جو دشمنوں نے اختیار کیا۔

## اللہ والے ملانا پسند کرتے ہیں کاٹنا نہیں

حضرت بابا فرید صاحب پاک پتی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کہ مترجم عاشق و راس المجاہدین تھے کسی آدمی نے قینچی بطور تحفہ بھیجی لیکن آپ نے وہ واپس کر دی فرمایا کہ ہمیں سوئی درکار ہے اور ہم اس کو پسند کرتے ہیں قینچی کو نہیں اس لیے کہ قینچی کا کام کاٹنا اور جھکا کر نا ہے اور سوئی کا کام ٹانگے لگانا اور ملانا اور جوڑنا ہے اور ہم جوڑنے کو پسند کرتے ہیں توڑنے کو نہیں۔ سبحان اللہ کیا خوب ارشاد فرمایا اور کتنے پتے کی بات کہی ہے۔

اے خدا آپس سے باہم اتفاق  
دے طفیل حضرت شاہ براق

## بے اتفاقی کی اصل وجوہات و اسباب اور اس کا علاج

اخلاص کا فقدان، حب دنیا اور جاہ طلبی کا رجحان، سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک۔ اور پھر اس ترک سنت کی عادت نمائش اور

دکھاوے کو ترجیح دینا۔ کبر و غرور کی بہتات تواضع و انکسار کی انتہائی کمی۔ بے عملی۔ موت و قبر کی فراموشی۔ جہالت و بے علمی یا کم علمی، برے لوگوں سے دوستی و نشست و برخاست، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھے تمہارے بارے میں رغبت دنیا کا خوف و اندیشہ ہے“ آج ہم نے اس اندیشہ کو صحیح ثابت کر دیا ہے۔ ہمارے لیڈر اور ہمارے علماء الا ماشاء اللہ دن رات جاہ طلبی اور حصول اقتدار کے لیے کوشاں ہیں تو جب ان کا اپنا یہ حال ہے تو پھر دوسروں کی بھلا وہ کیا رہنائی کریں گے۔ اور پھر حصول اقتدار کے لیے کوشش بھی صحیح طریقہ سے نہیں بلکہ جو چاہتے ہیں کہتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں ملتے ہیں یہاں کوئی شرعی معیار اور ترازو ہی نہیں جماعت ہے کہ جو چاہے مسلک کے خلاف کرے کوئی پرسان حال نہیں اور کوئی باز پرس ہی نہیں کرتا تو اب جبکہ یہ حالت ہے تو اگر ان کو اللہ اجل ہو گیا تو پھر جو لوگ اپنی جماعت کی اصلاح نہیں کر سکتے وہ پوری قوم کے اصلاح کیسے کریں گے۔

وہ یہ کہتے ہیں اب کوئی چارہ نہیں  
کلمہ حق کسی کو گوارا نہیں  
ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق  
یہی رہا ہے ازل سے عارفوں کا طریق

ادھر پیر و صوفی حضرات ہیں کہ گدی نشینی پر ناز ہے۔ آمدن بخوبی ہو رہی ہے۔ سازوں کے ساتھ مردوں و عورتوں ائمہ دین کے اجتماع میں قوالیاں ہو رہی ہیں کون ہے جو پوچھے کہ حضرت اس نوعیت کی قوالی کی آخر دلیل کیا ہے۔ سلطان الاولیاء محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء نے تو اس قسم کی قوالی سے منع فرمایا ہے اور وہ چشتی حضرت کے دارالاشہاد ہیں، حجت الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور خاتم الفقہاء سید محمد ابن عبدین



شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں اس کے جواز کی شرائط لکھی ہیں۔  
 بیچ ہے۔

مکتوب میں کہیں رعنائیے افکار بھی ہے  
 خالقائے میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے  
 رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز دلے بافتے  
 فسانہ و کرامات رہ گئے بافتے (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)  
 ادھر نئے تعلیم یافتہ اور جدید تعلیم سے بہرہ ور لوگ ہیں کہ اصل  
 اسلام سے بیزار نظر آتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ، ولقبول علامہ اقبال سے  
 ہم سمجھتے تھے کہ لائے گئے فرائض تعلیم  
 کیا خبر تھی کہ چلا گئے گا الحاد بھی ساتھ  
 یہ بتانے عصر حاضر جو بنے ہیں مد سے بھی  
 نہ ادا لے کا سرانہ نہ تراشے آزارانہ  
 گلہ تو گھونٹ دیا مدرسہ نے تیسرا  
 پھر کہا ہے سے آئے صدا لا الہ الا اللہ  
 اور ادھر واعظ و مقرر حضرات ہیں۔ شعلہ بیانی کا زور ہے فیسیں  
 مقرر کی جا رہی ہیں۔ لوگوں کو لٹرایا اور بھڑایا جا رہا ہے اور فساد  
 برپا کیا جا رہا ہے۔

عمر کار ملائی سبیل اللہ فساد

الا ماشاء اللہ۔ بلاشبہ علماء دین کا بہت بڑا مقام ہے، لیکن یہ  
 لوگ تو عالم نہیں ہوتے، دو چار تقریریں رٹ لیں اور پس خود ساختہ  
 اور جعلی علامہ بن گئے اور لگے لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالنے  
 خود ساختہ اور موضوع حدیثیں ستانے کا مشغلہ اپنا رکھا ہے۔

واعظ قوم کے وہ پختہ خیالی نہ رہے  
 برق طبعی نہ رہے شعلہ مقالہ نہ رہے  
 رہ گئے رسم اذائے روحِ بالائی نہ رہے  
 فلسفہ رہ گیا تلفتین غزالے نہ رہے  
 مسجد میں مرثیہ خواں ہے کہ نماز کے نہ رہے  
 یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے  
 بھاتا ہے دل کو کلام خطیب مگر لذتِ شوق سے بے نصیب  
 ایک جگہ کچھ آدمی مجھ سے کہنے لگے کہ جی یہاں پر زور زور سے بولنا چھوٹا  
 و چلا نا اور شعلہ بیانی کام دیتی ہے اور لوگ اسی کو سنتے ہیں، میں چونکا کہ  
 دیکھو ان ستم گردوں کو کہ ان مقرروں نے قوم کو کس سطح پر لاکھڑا کیا ہے اور  
 کس نشے کا عادی بنا دیا ہے کیونکہ اصل چیز شعلہ بیانی نہیں بلکہ مدللے  
 کلام ہے اور ایسا وعظ ہے جس میں بات بات پر حوالے ہوں۔ اصل مآخذ  
 کتابیں دینی کتابیں دکھائی جائیں مگر جاہل مقرروں نے لوگوں کو اس چیز  
 کا عادی بنا دیا ہے جو وہ خود کر سکتے تھے کیونکہ دلائل پیش کرنا، حوالے دینا  
 اور اصل کتابیں دکھانا تو ان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اصل کتابیں تھوڑی  
 ہی دیکھتے ہیں وہ تو بس مانگے مانگے کا وعظ کرنے کے عادی ہیں جبکہ یہ کام  
 تو ڈھول کی تھاپ پر ایک فاسق و فاجر گویا اور قوال بھی کر دیا کرتا ہے  
 اور عالم کا کام تو یہ ہے کہ وہ صحیح دلائل سے لوگوں کو روشناس کر لے مگر  
 یہ عالم ہوں تو تب نا۔ یہ تو بس پکی پکی روٹی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ  
 مسئلہ شرعی یہ ہے کہ غیر عالم کو وعظ کہنا منع ہے۔ دیکھئے امام اہل سنت مولانا  
 احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:  
 ”غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے“



بیدار سیاح ملامہ مقدسی نے دنیا کی سیاحت کے بعد سفر کی یادداشتوں کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ کتاب شائع ہو چکی ہے اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ سارے اسلامی ممالک میں مقدسی گھومے ہیں وہاں کے مسلمانوں کے دینی رجحانات کا تذکرہ کرتے چلے گئے ہیں۔ آخر میں "المقدسی" نے اپنے احساسات کو درج کر کے مندرجہ ذیل فقرے پر اختلافات کی اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ یعنی **هَذَا التَّحْقِيقُ الَّذِي تَرَى انَّمَا شَوْرَةُ الْجَهْلِ وَالْمُسْتَرْفُونَ مِنَ الْقِصَاصِ وَغَيْرِهِمْ** الخ۔

ترجمہ: یہ تنگ نظریاں جنہیں تم دیکھ رہے ہو دراصل یہ شورش جاہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے اور قصہ گو و اعظموں کی بے اعتدالیوں کے یہ نتائج ہیں اُمت اسلامی کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔

اب مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اپنے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہنسی داماں ہیں۔

## کتاب اللہ کی ہمہ گیر صداقت اور دین اسلام کا مکمل ہونا

### ایہوں کے نگاہوں میں

① امیر المومنین خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۲۳ھ نے ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا:-

«إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ فَأَعَزَّنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ فَهُمْ مَا نَطْلُبُ الْعِزَّ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللَّهُ بِهِ أَذَلَّنَا اللَّهُ بِهِ» یعنی ہم ایک ذلیل و خوار قوم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام کی وجہ سے عزت دی جب بھی ہم

لے مستدرک حاکم ج ۱ ص ۶۲ و ج ۳ ص ۵۲ وقال الحاکم والذہبی صحیح۔

کسی ایسے طریقہ سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے جس کے ساتھ اللہ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی وہ اسلام کے خلاف ہوں) تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل اور رسوا کر کے چھوڑے گا۔

② اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: **لَنْ يَصْلَحَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهِ أَوَّلُهَا** یعنی اس اُمت کے آخر زمانے کے لوگوں کی اصلاح صرف اس چیز سے ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔

③ حضرت عبداللہ بن عباس (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ مِنْكُمْ مَا أَنْ أَنْ اعْتَصِمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا** ایداً **كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)**

ترجمہ: اے لوگو! میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو ہرگز تم گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

④ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (المتوفی ۳۵ھ) روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت بھیجتی ہوں، اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرے۔ ان میں سے ایک والتَّارِكُ لِسُنَّتِي یعنی وہ شخص ہے جو میری سنت چھوڑ دے۔

⑤ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ (المتوفی ۳۷ھ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: **تَكُونُ بَعْدِي أُمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهَدْيِي وَلَا يَسْتَتُونَ بِسُنَّتِي** وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين

لے مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۳ لے مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۲ قال الحاکم والذہبی صحیح۔



فی جہان انسانی بلکہ یعنی کہ میرے بعد کچھ رہا اور پیشوا ایسے ہوں گے جو میری سیرت اور طریقہ پر نہیں چلیں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے ان میں کچھ ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے مگر شکل اور صورت انسانی ہوگی۔

⑥ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رالمستوفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: اقوال انتظام الدین يتوقف علی اتباع سنن النبی بلکہ یعنی میں کہتا ہوں کہ دین کا انتظام اس بات پر موقوف ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی و اتباع کی جائے۔

لیکن چونکہ اب مسلمانوں نے اتباع سنت ترک کر دیا ہے۔ وہ ویسے نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ہر موقع پر اور ہر بات میں ڈھونڈ کر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کو اپنائیں ایسا نہیں ہے اور نبی رحمت کے دامن رحمت میں پناہ لے بغیر آخر پناہ کہاں مل سکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لینے کی صورت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کی پیروی کی جائے۔ حضرت بابا فرید صاحب پاک پتہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سہ ایہ زمیں آسماں دو پڑ چکی ہے پنج نہ رہوے کو

جے توں بچنا چاہو ناں پھر کلی ہیٹھاں ہو

واقعہ ہے کہ ایک جنگ میں صحابہ کو فتح نہیں ہو رہی تھی کافی دن گزر گئے جب اس کی وجہ پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مصر و دینیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت مسواک کا ترک ہو گیا ہے اس لیے فتح میں دیر لگ گئی ہے۔ پھر جب مسواک کا استعمال کیا گیا اور ہر سپاہی نے کیا تو

۱۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۱۲۴ ۲۔ حجۃ اللہ الباقی ج ۱ ص ۱۴۱

بغیر کسی خاص تاخیر کے فتح حاصل ہو گئی۔ آج لوگ عموماً زبانی زبانی عاشق ہیں۔ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور بھاگتے ہیں۔ اب تو لوگ عوام ہی نہیں بلکہ آج کل کے علماء وہی مسئلے تلاش کرتے ہیں جن میں ظاہری و جہانی و مادی فائدہ ہو اور پھر اس مقصد کے لیے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا نام اور حوالہ پیش کیا کرتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو دوسرے مسائل لکھے ہیں ان سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ مثلاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے یہ مسائل بھی شریک و بسط سے اور خوب مدلل لکھے ہیں مگر وہ ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

کچھ مسائل بطور نمونہ ① سازوں کے ساتھ موجودہ قوالی حرام ہے۔ ② ڈاڑھی کترانے والے سے میلاد نہ پڑھایا جائے۔ بلکہ

- ③ محرم میں سخت و چوکی بنانے کے لیے چندہ دینا جائز نہیں ہے۔
- ④ جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں حکم دینا میں سب بدتر نہیں ہے۔
- ⑤ قرآن پڑھنے کی اجرت حرام ہے۔
- ⑥ عورتوں کا مزارات پر جانا منع ہے۔
- ⑦ میلاد خواں کے ساتھ کوئی امر دران ڈاڑھی لٹکا شامل نہ ہو۔
- ⑧ سیاہ خضاب حرام ہے۔
- ⑨ ماہ محرم میں شادی بیاہ جائز ہے۔
- ⑩ سید زادی کا نکاح کسی قریشی غیر سید سے ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں کی ایک ہی قوم و کنبہ ہے۔

۱۔ دیکھئے فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۲۲۵ ۲۳۸ و ص ۳۳۶ وغیرہ ۲۔ ایضاً ص ۵۲ ۳۔ ایضاً ص ۵۶۹ ۴۔ احکام شریعت حصہ اول ص ۱۱۳ ۵۔ ایضاً ص ۱۱۵ ۶۔ ایضاً ص ۱۵۵ ۷۔ ایضاً ص ۲۲۵ ۸۔ ایضاً ص ۲۲۶



## تواب قوم کو ملانے کی صورت یہ ہے

- ① سنت کو اپنی جگہ اور محض جائز کو اپنی جگہ پر رکھا جائے۔
  - ② شرک اور کفر کے فتووں کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جن کو سبھی مانتے ہیں کے تفصیلی کلام اور خود انکے اور انکے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کے عمل کو فیصلہ ٹھہرایا جائے۔
  - ③ صحابہ کرام کے بارے میں کسی مجلس میں قطعاً بُرا نہ کہا جائے۔
  - ④ تمام مسلمانوں والا کلمہ پڑھنا اختیار کیا جائے۔
  - ⑤ اذان میں اضافی کلمات نہ کہے جائیں۔
  - ⑥ ماتمی جلو سوں کو روکا جائے کیونکہ یہ ائمہ اہل بیت کے وقت نہیں ہوتے تھے بلکہ نفس ماتم کرنا ہی نئی رسم ہے یا پھر اس کو چار دیواری کے اندر تک محدود کیا جائے وغیرہ۔
- ظاہر ہے کہ خود تو کوئی ان باتوں کو مانے گا نہیں تو پھر اسکے لیے تجویز اور فارمولہ یہ ہے کہ جب تک صحیح اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی بین الاقوامی مناظرے کا انتظام کیا جائے اور علماء کے بورڈ کی موجودگی میں مختلف فرقوں کے علماء کے درمیان گفتگو ہو اس پر آئندہ کالاکھ عمل مرتب کیا جائے اور فریقین اسکو تسلیم کریں اور اس مقصد کے لیے دینار عوام دباؤ ڈالیں اور ہر صورت میں اس کو منوا کر دلیں۔ اور اگر خوش قسمتی سے اسلامی حکومت ملک میں قائم ہو جاتی ہے تو پھر اسکی نگرانی میں یہ کام بڑے پیمانے پر ہونا چاہیے تاکہ آئندہ ہمیشہ کے لیے فتنہ و فساد کی جڑ کٹ جائے اور حکومت اس مناظرہ کے نتائج فریقین سے بزرگ تسلیم کروائے۔
- فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ وہا علیہ السلام الا البلاغ المبہین۔

رقبہ حاشیہ صفحہ سابقہ ۱۲۷ احکام شریعت ص ۱۲۷ فتاویٰ رضویہ۔

## زبدۃ الاقاول فی ترجیح القرآن علی الاناجیل

از قلم حضرت مولانا مولوی فقیر محمد صاحب علیہ الرحمہ

قارئین کرام! آج سے تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) برس قبل مسلمان علماء اور انگریز پادریوں میں قرآن کریم اور اناجیل کی فضیلت سے متعلق میدان مناظرہ گرم رہا کرتا تھا۔ اگرچہ پادری حضرات کو انگریز سرکار کی مکمل آشیر باد حاصل تھی مگر علمائے اسلام نے اس ظلم و استبداد سے بھرپور دور میں اسلام اور قرآن کی حقیقت کا دفاع علمی میدان میں کچھ اس انداز سے کیا کہ حکومت کی پشت پناہی کے باوجود انگریز پادری میدان علم میں لاجواب ہو کر بھاگتے رہے اور اسلام کی حقانیت کا بھنڈا مکمل شان و شوکت سے لہراتا رہا۔ اسی دور میں ۱۲۹۳ھ میں حضرت مولانا مولوی فقیر محمد صاحب علیہ الرحمہ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام زبدۃ الاقاول فی ترجیح القرآن علی الاناجیل رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۰۷ھ میں آج سے تقریباً ۱۱۷ سال قبل چھپی اور علمی حلقوں میں اپنے مبنی بر حقیقت ہونے کا سکہ جما دیا۔ یہ کتاب ایک مقدمے اور چودہ فصلوں پر مشتمل ہے جس میں عیسائیت اور اناجیل مرقومہ کا تفصیلاً پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرقومہ اناجیل ہر لحاظ سے من گھڑت ہیں اور قرآن کریم کو ہر طرح ان (اناجیل) پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ اس کتاب کی موجودہ دور میں افادیت کے پیش نظر ادارہ اس کو ماہنامہ القول اسد ید میں قسط وار شائع کورہا ہے (ادارہ)

نوٹ: قدیم اردو الفاظ کو جدید میں سے تبدیل کر کے علاوہ باقی تمام کتاب کو مرخص و عرض شائع کیا جا رہا ہے اور یہ چھپنے سے قسط ہے۔



عورت کو طلاق دینا ہے۔

عَنْ تَوْبَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
إِمْرَأَةٌ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَقًا فِي غَيْرِ  
بَاطِنٍ فَحَرَّمَ عَلَيْهَا رِجْعَةَ الْحَتَّةِ.

(رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد)

ایضاً۔ باب عشرة النساء فصل ۲: —

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُ لَأَهْلِي  
(رواہ ترمذی) تمہارا وہ شخص ہے جو اچھا ہے اپنی بیوی کے ساتھ اور میں اچھا ہوں اپنے اہل کیساتھ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيْمَانًا  
أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا وَالطَّهَرُ بِأَهْلِهِ.

(رواہ الترمذی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيْمَانًا أَحْسَنَهُمْ  
خُلُقًا وَخَيْرًا دُخْيَا دُكْرًا لِنِسَائِهِمْ.

(رواہ الترمذی) وہ شخص ہے جو بہت اچھا خلق میں اور بہتر تم میں وہ شخص ہے جس میں

بہتر ہوں اپنی عورتوں سے۔

ایضاً۔ فصل ۱: — عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے  
فرمایا کہ قبول کرو وصیت عورتوں کے جو  
میں بھلائی کی کیونکہ تحقیق عورتیں پیدا کی

ضَلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضَّلَعِ  
أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبَتْ ثَقِيمَةُ كَسْرَتِهِ  
وَأِنْ تَرَكَتْهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ  
فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ (متفق علیہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
لَا يَفْرَاقُ هُوَ مِنْ مَثْوٍ مِنْتٍ  
إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا وَصِنَى آخَرَ -  
(رواہ مسلم) راضی ہو گا دوسری خوسے۔

ایضاً۔ فصل دوم: —

عَنْ حَكِيمِ بْنِ مَعَاوِيَةَ  
الْقَشِيرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا خَيْرُ زَوْجَةٍ أَحَدِنَا  
عَلَيْهِ قَالَ إِنْ تَطَعَهَا مِثْمَا  
أَطَعْتَ وَتَكْسَبُهَا مِثْمَا اكْتَسَبْتَ وَلَا  
تَقْرِبَ الْوَجْهَ وَلَا تَقْبَحَ وَلَا تَهْجُرَ  
وَلَا فِي الْبَيْتِ - مذمت نہ کرے اور بغیر گھر کے اس کو اکیلے نہ چھوڑے۔

ایضاً۔ کتاب النکاح۔ فصل ۱: —

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ  
خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْءُ الصَّالِحَةُ.

کئی ہیں پسلی ٹیڑھی سے اور تحقیق بہت ٹیڑھی  
چیز پسلی میں اوپر کی پسلی ہے پس تو اگر اس  
کو سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور اگر  
اس کو چھوڑ دے گا تو ہمیشہ کج رہے گی اور  
میری وصیت عورتوں کے حق میں قبول کرو۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے  
فرمایا کہ مومن مرد مومن عورت سے ناخوش  
نہ رہے اگر برا جانتا ہے اس کی کسی خوکو تو

حکیم بن معاویہ قشیری سے روایت ہے  
کہ میرے باپ نے حضرت سے پوچھا کہ مرد  
پر عورت کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا کہ جو  
آپ کھا دے اس سے عورت کو کھلائے  
اور جو آپ پہنے اسے عورت کو پہنلائے  
اور اس کے منہ پر نہ مارے اور اس کی

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ دنیا  
سب دولت ہے اور دنیا میں سے اچھی دولت  
عورت نیکو کار ہے۔



## فصل ۲۔ عَنْ هُفَظِلْ بْنِ

نکاح کرواں عورتوں سے جو خاوندوں کو  
دوست رکھنے والی اور بہت جتنے والی ہوں  
رہے دونوں باتیں عورتوں کے خوشیوں سے بخوبی  
معلوم ہو سکتی ہیں۔

يَسَارٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَّهَ الْبُودَ وَوَدَّ الْوُلُودَ

## ايضاً باب عشرة النساء فصل ۳۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
لِرَسُولِ اللَّهِ أُمِّي النَّسَاءُ خَيْرٌ قَالَ  
الَّتِي تَسْرُكُ إِذَا انْظَرَتْ وَتُطِيعُهُ إِذَا  
أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا فِي  
مَالِهَا بِمَا يَكُونُ (رواه النسائي)  
ابن ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
ہے کہ حضرت سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت  
اچھی ہے فرمایا کہ وہ عورت جو خوش کرے  
اپنے خاوند کو جس وقت کہ وہ دیکھے اس کی  
طرف اور جب وہ کوئی حکم کرے تو اس کو کیا  
لائے اور نہ اپنی ذات اور نہ اپنے مال میں اس طرح کا خلاف کرے جس کو خاوند ناخوش رکھے۔

## ايضاً فصل ۲۔ عَنْ

أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
أَيُّكُمْ أُمْرَأَةٌ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا  
عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتْ الْجَنَّةَ (رواه الترمذي)  
ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت  
ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو عورت مر جائے اس  
حال میں کہ خاوند اس کا اس سے راضی ہو  
بہشت میں داخل ہوگی۔

## مشکوۃ باب النظر الى المخلوۃ فصل ۲۔

عَنْ بَرِيدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
لَعَلِّي يَأْتِي لَنْ تَبِيعَ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ  
فَإِنَّ لَكَ الْوَلِيَّ وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ  
(رواه احمد والترمذي)  
بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
ہے کہ حضرت نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا  
کہ اے علی نہ ڈال نظر جیسے نظر کے معنی ایک  
دراہم احمد والترمذی جو نظر ناگہان کسی اجنبیہ عورت پر جا پڑے تو دوبارہ پھر نہ دیکھ اس کی

نیک جائز ہے تیرے لیے پہلی نظر جبکہ بغیر قصد کے ہو اور جائز نہیں ہے تیرے لیے دوسری نظر۔  
ايضاً فصل ۳۔

عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ السَّائِطَ  
الْمَنْظُورَ إِلَيْهِ (رواه البيهقي)  
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے  
کہ حضرت نے فرمایا کہ لعنت کی اللہ ہے قصداً  
دیکھنے والے بیگانی عورت کو اور قصداً اپنا آپ  
دیکھانے والی عورت کو۔

## اجاء العلوم جلد ۲۔ باب عشرة النساء۔

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم  
وقال  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ينبغي للرجل  
ان يكون في اهله مثل الصبي  
فاذا التمس ما عندا وحيد رجلاً  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ مرد  
کو چاہیے کہ اپنے گھر میں مثل بچہ کی رہے اور  
جس وقت اس کے پاس کی چیز طلب کی جائے  
تو مرد ہو جائے۔

وقال علي رضي الله تعالى عنه  
ان تكثر الغيرة على اهلك فترحمي  
بالسر من اجلك . كرتبار سے ہی سبب سے وہ بدنام ہو جائے۔  
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا  
کہ اپنی گھر والی پر زیادہ غیرت نہ کرو ایسا نہ ہو

## ايضاً باب آفات النكاح وفوائده۔

وكان عمر بن الخطاب رضي الله  
تعالى عنه يقول ما اعطى العبد  
بعد الايمان بالله خيراً من امرأۃ  
صالحۃ وان منهم غم لا يجدي  
منه و منهم غلا لا يفدي منه .  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے  
کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت  
عورت سے بہتر مرحمت نہیں ہوئی اور  
عورتوں میں بعض ایسی غنیمت ہوتی ہیں  
کہ کوئی عطا ان کا عوض نہیں ہو سکتی اور  
بعض طوق گردن ہوتی ہیں کہ ان سے کسی قدریہ کے عوض رہائی نہیں ہوتی۔



## وجہ ترجیح تعلیم محمدی

اس فصل میں جو محمدی تعلیم درج ہوئی ہے عورتوں کی نسبت اس کے احکام لحاظ بیانات انجیل کے مجبوراً غیر ترتیب وار درج کئے گئے ہیں حالانکہ ان کے ترتیب وار پڑھنے سے اظہار من الشمس ہے کہ محمدی تعلیم میں عورتوں کے بارے میں جس خوبی و خوش اسلوبی سے امور معاشرت اور ان کے حقوق وغیرہ کا بیان ہوا ہے عیسوی تعلیم اس کے بیان سے بالکل قاصر ہے دیکھو محمدی تعلیم نے نکاح سے پہلے گویا عورت کو دیکھ لینے اور پسند کر لینے کی اجازت دے دی ہے تاکہ پیچھے ناراضی پیدا نہ ہو مگر یہ نسبت ظاہری حسن کے عورت کی بڑی خوبی اس کی نیکی کاری اور جننا سونا بتایا اور یہ حکم دیا کہ عورت شہوت رانی کی غرض کے لیے نہیں بلکہ اولاد کے جننے کے واسطے کرنی چاہیے اور اس عمدہ قید کے لگانے سے فاحشہ عورتوں سے نکاح کو ناپسند کر کے عورت اور مرد کے باہمی تعلق کو دائمی کر دیا پھر ولہن مثل الذی علیہن میں ان کے باہمی حقوق کی مساوات بیان کر کے اور ہن لباس لکم اور خلق لکم من انفسکم اور عاشروہن بالمعروف میں ان کے ساتھ کمال اختلاط برتنے اور پیار و محبت سے رہنے اور دونوں کو ایک دوسرے کی عزت و مال کا پاس و لحاظ رکھنے کی تاکید و ترغیب دے کر اس امر کا اظہار فرمایا کہ اگر کسی باعث سے بی بی ناپسند اور ناگوار ہو تب بھی اس سے اچھا ہی سلوک کرو اس سلوک کے بدلے ہم تم کو بہت سی بھلائی دیں گے اور بحالت بے فرمانی عورتوں کو مردوں کو اس قدر قی فو قیت سے جو ان کو ان پر حاصل ہے آیت فعضوہن واہجوہن میں سمجھانے اور زجر و توبیخ وغیرہ تدابیر کی اجازت دی، لیکن

جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور باہمی معاشرت مرد و عورت میں بالکل فتور واقع ہو کر ولی روابط ٹوٹ جائیں تو صرف جسمانی تعلق کو جو ایک جسم بلا روح ہے عالم الغیب نے پسند نہ فرمایا اور خواہ مخواہ عورت کو مردوں کی بند میں رکھنا منظور نہ کر کے مرد کو بحالت اشد ضرورت طلاق کی اجازت دی لیکن چونکہ وہ اس کے نزدیک ابغض الحلال تھی اس لیے صرف ایک ہی طلاق کی اور تین ماہ تک باہمی مصالحت کی مہلت دے کر ان کو اپنے گھر میں رکھنے کی اور گزارہ دینے کا حکم دیا تاکہ اس عرصہ میں روزمرہ کے یکجا رہنے سے شاید مرد کی رنجش دور ہو جائے یا عورت ہی راہ راست پر آجائے اور مرد اس سے رجوع کرے۔ بخلاف اس کے انجیل میں جو عورتوں کی طلاق کی نسبت یہ قید لگائی گئی ہے کہ بغیر زنا کے عورت کو نہ چھوڑا جائے۔ اس قید سے گویا ہر طلاق کا انسداد و منظر رکھا گیا ہے مگر دراصل اس قید سے بڑی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور زنا کاری کو ترقی مقصور ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کسی عورت یا مرد کا کسی ناگزیر بے اتفاقی کے سبب سے ایک دوسرے کو چھوڑنے کا ارادہ ہوگا تو وہ اپنی مخلصی اور بانی کے لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ دیکھے گا کہ خواہ مخواہ زنا کاری کا ترکیب ہو۔ محمدی تعلیم میں جو عورتوں کے پردہ کا حکم ہے وہ ایسے اصول برحسبہ اور خوبیوں پر مبنی ہے کہ اس سے بڑی بڑی برائیوں کا انسداد اور بچاؤ مقصود ہے چنانچہ مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اکثر غیر اقوام نے بھی پردہ کی رسم کو پسند کر کے اس کو اپنے یہاں جاری کر دیا حتیٰ کہ اب بعض عیسائی بھی اس عمدہ اصول کو پسند کرنے لگے ہیں لیکن عیسائی تعلیم کی آزادی نسوان ان کو کچھ کرنے نہیں دیتی۔ اگرچہ انجیل کہتی ہے کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ مرد بیگانی عورتوں کو نہ دیکھیں اور نہ



عورتیں بیگانے مردوں کو دیکھیں اور نہ ان پر اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کریں جو شہوت  
سے ایک دوسرے کو دیکھنے کی نوبت پہنچے۔ تمام جہان کے عقلاً اس بات پر متفق ہیں کہ  
نظر ایک ایسا ناگہانی تیر ہے کہ اس سے آدمی کو ایسی ایسی قباحتوں و بلیات کا سامنا پڑ  
جاتا ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ ایک صاحب کا قول ہے کہ

تھی نظر یا کہ مجھ سے آفت تھی

وہ نظر ہے و داغ طاقت تھی

ہو شرے جاتا اک نگاہ کے ساتھ

میر نصرت ہوا اک آہ کے ساتھ

پس اگر انجیل کا ناطق عالم الغیب ہوتا تو وہ قرآن کی طرح شہوت سے ایک  
دوسرے کو دیکھنے کا منع ہی بند کر دیتا۔

پھر کثرت ازواج جس کی توریت میں انبیائے سابق مثل ابراہیم و موسیٰ داؤد  
اور سلیمان وغیرہ کی بہت سی بیبیاں نکاح میں لانے سے عام اباحت تھی کہ جتنی مرد  
چاہے بھی بیبیاں کر لے اور انجیل کے بعض اشارے صرف ایک ہی بی بی کی اجازت دیتے  
تھے۔ قرآن نے اس افراط و تفریط کا اس طرح پر فیصلہ کر لیا کہ پہلے فائدہ خواہاں  
لکھ من النساء ثنی و ثلث دربار کے ارشاد سے بے تعداد کثرت کو روک کر چار تک  
ان کی حد مقرر فرمائی۔

پھر وان خفتہ وان لا تعدوا فواحدا کے فرمان واجب الاذعان میں  
عدالت کی ایک ایسی اخلاقی شرط لگادی کہ خواہ مخواہ آدمی ایک ہی بی بی کر سکے اور اس  
طرح پر فیصلہ اس لیے صادر فرمایا کہ توریت والی بلا تعداد کثرت ازواج کی قباحتیں تو اظہر من الشمس  
ہی ہیں اور انجیل کے بموجب صرف ایک عورت پر مجبور رہنے میں یہ قباحت تھی کہ نکاح سے اہم  
فائدہ یہ مد نظر ہوتا ہے کہ تو والد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو اور گھر بار کا بندوبست قائم رہے مگر  
(باقی آئندہ)



**MONTHLY**

**Al-Qaul-us-Saddeed**

**Karam Park Misri Shah, Lahore-54900**

**Registered No. L.R.L - 03**

اہل علم حضرات کے لئے خوشخبری

# فتاویٰ رضویہ

۲۵ جلدیں

## خصوصیات جدید ایڈیشن

- عربی فارسی عبارات کے مقابل سلیس اردو ترجمہ
- نادر اور قیمتی حوالہ جات کی تخریج، بقیہ جلد، صفحہ اور برقعہ مطبع کتاب
- عبارات کی پیرایہ بندی قائمہ ڈیش کے ساتھ
- کتابت اعلیٰ، کاغذ بہترین، آفست طباعت، جلد مضبوط ڈائی دار
- ہر جلد کے ساتھ ماخذ و مراجع کے عنوان سے سینکڑوں کتب اور ان کے مصنفین بمعین وفات
- سائز ۳۰ × ۲۰، صفحات ہر جلد اوسطاً ۷۵۰
- باقی جلدوں پر تیز رفتاری سے کام جاری ہے

ملنے کے پتے

رضا فاؤنڈیشن ○ مکتبہ تنظیم المدارس ○ مکتبہ قادریہ  
جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور